تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۵ فروری ۱۹۸۲ء — ۳۰ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ | شمارہ نمبر ۸

زرِ تعاون

اندرون ملک ——— بیس روپے

فی پرچہ ——— ایک روپیہ

بیرون ملک۔ ہوائی ڈاک ۵ پونڈ

سمندری ڈاک

ایشیائی ممالک ——— ۷ پونڈ

افریقی ممالک ——— ۸ پونڈ

یورپ و امریکہ ——— ۱۰ پونڈ

اداریہ: ابوالعرفان ندوی

علماء کی ذمّہ داری

ہندوستان میں مدارسِ عربیہ کے قیام و وجود کی وہی تاریخ ہے جو یہاں مسلمانوں کے داخلہ اور آمد کی تاریخ ہے، اسلام دین دعوت ہے اور مسلمان امت دعوت اس لئے دین اور اس امت کے وجود و بقاء کے لئے تعلیم و تعلّم بہت ضروری ہے اور اس کے بغیر مسلمان اپنی دینی خصوصیات و امتیاز کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتے، مدارس عربیہ جو درحقیقت مدارسِ دینیہ ہیں کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے علماء اور فضلاء تیار کریں جو امت کی دینی رہنمائی اور تربیت کریں اس لئے ہر عہد اور زمانہ میں علماء کا وجود مسلمانوں میں ایک ثابت شدہ ضرورت رہی ہے اور اسی لئے مدارسِ عربیہ دینیہ کا وجود اور اس کا تسلسل برابر قائم رہا آج بھی مدارسِ عربیہ کا وجود اسی قدر ضروری ہے جس قدر پہلے تھا بلکہ یہ بات مبالغہ آمیز نہ ہوگی اگر کہا جائے کہ اب مدارسِ عربیہ اور علماء کا وجود پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہوگیا ہے۔

عالمِ دین بننے اور بنانے کا کام صرف مدارسِ عربیہ کے ذریعہ ہورہا ہے ابھی تک مسلمانوں میں کوئی ایسی تنظیم سامنے نہیں آئی ہے جو مدرسہ کی راہ طے کئے بغیر امت کی ضرورت کے مطابق علماء تیار کرسکے اور اگر میں یہ کہوں کہ صرف مدارسِ عربیہ ہی سے علماء نکلتے ہیں تو یہ بات بالکل صحیح ہوگی، واقعات اور منطق دونوں اسی نتیجہ تک پہنچاتے ہیں، اس لئے ہمارے نزدیک مدارسِ عربیہ کے ذمہ داروں اور اس کا نظم و انتظام سنبھالنے والوں کی ذمہ داریاں بہت گوناگوں اور اہم ہیں، جس طرح ایک کارخانہ دار کا یہ فرض ہوتا ہے کہ کارخانہ کی مشینوں اور نئے سامان بنانے کے جدید آلات کو درست اور کارآمد حالت میں رکھے اور ضرورت کے وقت بیکار اور غیر نافع پرزوں کو تبدیل کردے تاکہ اس مشین کا بنا ہوا سامان اچھا تیار ہو اور مارکیٹ میں اس کو قبولیت حاصل ہو ٹھیک اسی طرح مدارس عربیہ کے ذمہ داروں اور سربراہوں کا یہ فرض ہے کہ غیر نافع اور بیکار پرزوں کو علیحدہ کرتے رہیں تاکہ ایسے علماء اور فضلاء تیار ہوسکیں جو امت کی دینی رہنمائی کا فرض بہتر طور پر انجام دے سکیں۔

ایک عرصہ سے یہ بات محسوس کی جارہی ہے کہ مدارس عربیہ کا نظم اور اس کا تعلیمی ڈھانچہ کمزور ہوچکا ہے وہ لاتعداد چھوٹے مدارس جو بڑے مدارس کو اچھے اور ذی استعداد طلبہ فراہم کرتے تھے وہ اپنی ذمہ داریوں کو اس طرح نہیں پوری کررہے ہیں جس طرح پہلے پوری ہوتی تھیں، ماضی میں چھوٹے مدارس متوسطات تک طلبہ کو بہترین تعلیم دیتے تھے اور پھر یہی طلبہ بڑے مدارس میں جاکر اپنی اچھی استعداد کی بنا پر مشہور اور بڑے اساتذہ سے پورا پورا استفادہ کرتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد یہی فضلاء اپنے اساتذہ کی جگہ لیتے تھے لیکن اب یہ صورت حال ختم ہوگئی، جو طلبہ چھوٹے اور علاقائی مدارس سے پڑھ کر بڑے مدارس میں داخلہ لیتے ہیں، بحیثیت مجموعی ان کی استعداد علمی کمزور ہوتی ہے یہاں تک کہ ایک بڑی تعداد ان طلبہ میں ایسی ہوتی ہے جو صحیح عبارت بھی نہیں پڑھ سکتی ضروری نحوی و صرفی مسائل اور قواعد ان کو مستحضر نہیں رہتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنے طور پر کتاب کا مفہوم سمجھنے سے وہ قاصر رہتے ہیں اور چونکہ ایک بڑی تعداد ایسے طلبہ کی جمع ہوجاتی ہے اس لئے بڑے مدارس ایسے طلبہ کے داخلہ اور امتحان وغیرہ کے معاملہ میں مداہنت اور تساہلی سے کام لیتے ہیں، اور مجموعی طور پر ان باتوں کا یہ اثر ہوتا ہے کہ نئے فضلاء جب عملی زندگی میں آتے ہیں تو ان کے پاس مسلمانوں کی دینی رہنمائی کے لئے مادہ جب علم و معلومات کا سرمایہ نہیں ہوتا ہے۔

یہ بات برملا کہی جاسکتی ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی، علمی، ثقافتی، سیاسی سرگرمیوں کا مرکز و مرجع صرف علماء رہے ہیں اور ہیں، ابھی مسلمانوں میں کوئی ایسا گروہ نہیں پیدا ہوا ہے جس کا عامۃ المسلمین کی نظر میں وہ اعتبار و اعتماد ہو جو علماء کا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال جو عرصہ سے قائم ہے اور بہت سی خرابیوں کے باوجود آج بھی موجود ہے یہ محض اس لئے ہے کہ علماء نے اس ذمہ داری اور اس فرض کو بلکہ میں کہوں گا کہ اس خدمت کو بھرپور انجام دیا ہے جس کی توقع عام مسلمانوں کو ان سے تھی، اور پوری دنیائے اسلام کے حالات کو دیکھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان کے علماء کی اس معاملہ میں بڑی منفرد شان ہے، امت کی دینی

(بقیہ ص ۱۲ پر)

اس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو دی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ وی۔ پی خرچ Rs. 23/75 کے مطالبہ پر ی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے

زکوٰۃ

مولانا سید عبدالحی حسنیؒ

آیات:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ (توبہ - ۱۰۳)

ان کے مال میں سے زکوٰۃ قبول کر (کہ) اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (توبہ ۳۴ - ۳۵)

اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے راستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس عذاب الیم کی خبر سنا دو جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا ان کو اس بات کی دعوت دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور (یہ) محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں، اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر صدقہ (یعنی زکوٰۃ) فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور انھیں کے غربا پر تقسیم کردیا جائے گا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے اور عربوں کی ایک جماعت مرتد ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے (حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہے تاآنکہ وہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیں، جس نے یہ کہہ دیا اس نے ہم سے اپنی جان و مال کو بچا لیا سوائے اس کے حق کے (یعنی احکام شریعت کی خلاف ورزی کی سزا کے بقدر) اور اس کا حساب اللہ پر ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، بخدا جو شخص نماز و زکوٰۃ میں فرق کریگا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، خدا کی قسم اگر وہ ایک رسی بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیتے تھے روکیں گے تو میں اس کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں جلد ہی سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو جنگ کے لئے شرح صدر فرمادیا ہے، اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہی درست ہے۔ (متفق علیہ)۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہ ادا کی ہو تو قیامت کے دن اس کا مال ایسے زہریلے سانپ کی شکل میں سامنے لایا جائے گا جس کے زہر کے اثر سے اس کے سر کے بال گر چکے ہوں گے، کالی کالی آنکھیں ہوں گی اور اس کی گردن میں لپیٹ دیا جائے گا اور اس کے جبڑوں کو پکڑے گا، پھر کہے گا میں تمہارا مال ہوں میں تمہارا جمع کیا ہوا سرمایہ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی،

"وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (بخاری)

(جو لوگ مال میں جو خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں، وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لئے بُرا ہے وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس دوسو درہم ہوں اور اس پر سال گزر جائے، تو اس میں سے پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی، اگر بیس دینار سے کم تمہارے پاس سونا ہے اور سال گزر گیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں جب بیس دینار ہوں اور سال گزر جائے تو نصف دینار زکوٰۃ دینی ہوگی، بیس سے زیادہ جو رقم ہوگی اسی حساب سے اس پر زکوٰۃ بڑھتی جائے گی، جس مال پر پورا سال نہ گذرا ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوسو درہم سے کم چاندی پر زکوٰۃ نہیں ہے، پانچ سے کم اونٹوں پر زکوٰۃ نہیں ہے، پانچ وسق سے کم غلہ پر زکوٰۃ نہیں۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا، جو پیداوار بارش یا چشمے کے پانی سے ہوتی ہے اس میں دسواں حصہ زکوٰۃ ہوگا اور جس کی سنچائی کنویں سے ہو اس میں بیسواں حصہ زکوٰۃ ہوگا، (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی لڑکی بھی تھی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا کیا تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا نہیں! آپؐ نے فرمایا کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ قیامت کے دن ان کے بدلہ تم کو آگ کے دو کنگن پہنائے، آپ کا ارشاد سُن کر اس نے کنگن نکال دئے۔ (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو مال تجارت کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے، (ابوداؤد)

حضرت عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے جس کو ایک تھیلی میں دفن کیا ہوا مال ملا تھا فرمایا، اگر تمہیں وہ تھیلی کسی ایسے گاؤں میں ملی ہے جہاں آبادی ہے تو اس کا اعلان کرو، اور اگر کسی غیر آباد گاؤں میں ملا ہے تو اس میں اور دفینہ میں پانچواں حصہ نکالنا ہوگا۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو زکوٰۃ کے وہ فرائض لکھ دئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے تھے، اور فرمایا کہ (زکوٰۃ سے بچنے یا زکوٰۃ بڑھانے کے خیال سے) الگ الگ مال کو ملایا نہ جائے اور نہ مال کو الگ الگ کیا جائے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر چھوٹے بڑے، مرد و عورت آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا جَو مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ نماز عید سے قبل ادا کردیا جائے۔ (متفق علیہ)

حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد، عورت، آزاد اور غلام پر ایک صاع کھجور یا جو فرض فرمایا ہے، صحابہ کرام نے نصف صاع گیہوں کو ایک صاع جو یا کھجور کے برابر قرار دیا ہے۔ ابن عمر کھجور دیا کرتے تھے۔ اہل مدینہ کو کھجور دینا مشکل ہوا تو جَو دیا کرتے تھے، عبداللہ بن عمرؓ چھوٹے بڑے حتیٰ کہ میرے بچوں کی طرف سے بھی صدقۂ فطر دیا کرتے تھے۔ (بخاری)

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ آل محمدؐ (یعنی میری اولاد) کے لئے لینا درست نہیں کہ یہ لوگوں کا میل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ صدقہ، محمدؐ اور آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں۔ (مسلم)

مولانا محمد ثانی حسنی ندوی کی رحلت

۱۶ فروری کو دن میں ۱۱ بجے مولانا محمد ثانی حسنی ندوی کا انتقال ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیہ رَاجِعُوْن ۰

مولانا کو اوائل جنوری میں تکیہ رائے بریلی میں ایک کتے نے پنجہ سے کھرونچ لیا تھا۔ جس کو ڈاکٹروں نے زیادہ اہمیت نہ دی اور احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کو ضروری نہ سمجھا، اور فوری طور پر اس کے اثرات بھی ظاہر نہیں ہوئے، مگر ۱۲ فروری جمعہ سے مولانا کے پیٹ میں تکلیف ہونے لگی جسے صرف پیٹ کی تکلیف سمجھا گیا، چوں کہ مولانا پیٹ کے مریض بھی تھے اس لئے اس تکلیف کی جانب زیادہ توجہ نہیں کی گئی مگر جب ۱۳ فروری تکلیف بڑھی تو سہ پہر کو مولانا محمد رابع صاحب شہر رائے بریلی کے حضرت مولانا کے ایک عقیدت مند حاجی شفیق الرحمٰن صاحب سے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے مشورہ کیا، چونکہ اس وقت عام طور سے ڈاکٹروں کے ملنے کا وقت نہ تھا اس لئے اس میں کامیابی نہ ہوئی مگر حاجی شفیق الرحمٰن صاحب نے اس مرض کو پہچان لیا اور اسی وقت رکشے پر بٹھا کر رائے بریلی کے اسپتال لائے۔ موجود ڈاکٹر نے دیکھنے کے بعد کہا کہ اب کتے کے زہر کی علامات ظاہر ہوگئی ہیں اس وقت کوئی بھی دوا کارگر نہیں ہوگی۔

رائے بریلی میں مولانا ثانی صاحب کے بعد مولانا رابع صاحب ندوی جو مولانا کے چھوٹے بھائی ہیں اس وقت اسپتال کی ایمبولنس لیکر لکھنؤ لے آئے اور آمد سے قبل لکھنؤ اطلاع کردی کہ مولانا کی طبیعت خراب ہے، اور اسپتال کے ڈاکٹروں اور ذمہ داروں سے داخلہ اور علاج کے متعلق انتظامات کرلئے جائیں۔ یہ اطلاع ندوہ میں آٹھ بج کر ۵ منٹ پر پہونچی، عشاء کی اذان ہوچکی تھی۔ فرض نماز کے بعد مولانا کی شدید علالت کے ساتھ دعا صحت کا اعلان ہوا۔ عشاء کی نماز کے بعد مہتمم دارالعلوم کے ہمراہ اساتذۂ کرام مولانا کی لکھنوی رہائش گاہ پر گئے تاکہ آمد کے وقت صحیح حالات کا علم ہو۔ مولانا تقریباً ۱۰½ بجے کے قریب پہنچے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی صاحب موجود تھے۔ ان کے مشورہ سے علاج وقتی طور پر شروع ہوا مگر اس سے کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ دوسرے دن صبح کو اس مرض کے سلسلہ میں جدید اور قدیم رائج طریقے اپنائے گئے اور کاکوری سے ایک صاحب کو قدیم طریقہ کے علاج کے لئے بلایا گیا ان کے طریقۂ کار سے کسی حد تک مولانا کو سکون ہوا اور مرض کی شدت میں قدرے کمی ہوئی۔ اسکے بعد شہر کے مشہور ڈاکٹر اگروال جو اس مرض کے ماہر مانے جاتے ہیں سے ڈاکٹر داور اور ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب کی معرفت رابطہ قائم کیا گیا۔ انھوں نے ۱۴ فروری کو ۱۲ بجے دن میں دیکھا اور کچھ دوائیں اور انجکشن تجویز کیں اور یہ بھی فرمایا کہ اس کا انجکشن دلی کے فلاں کیمسٹ کے یہاں ملے گا۔ اگر آپ لوگوں کے وسائل ہوں تو اسے ضرور حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ چونکہ ۱۴ فروری کو یکشنبہ تھا اس لئے دوا نہ مل سکی مگر اس کے لئے لکھنؤ سے آدمی شام کو روانہ کردیا گیا تاکہ دوشنبہ کے دن مارکیٹ کھلنے پر انجکشن حاصل کرلیا جائے۔ اس وقفہ میں مولانا کی طبیعت روبسکون تھی اور اندازہ ہورہا تھا کہ مرض میں بھی کمی ہوتی جارہی ہے۔ مگر خود مولانا مایوس تھے۔ ۱۳ فروری کو حضرت مولانا مدظلہ حجاز سے واپسی میں بمبئی میں رُکے تھے انھیں مطلع کیا گیا۔ بروقت ہوائی جہاز میں سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے سفر ٹرین سے کیا اور لکھنؤ ۱۵ فروری کی شام کو پہونچ گئے۔

اچانک ۱۶ کے بالکل ابتدائی اوقات میں مرض نے پھر شدت اختیار کی اور رات بھر سو نہیں سکے۔ صبح کو ڈاکٹر اگروال اور دیگر بڑے ڈاکٹر دیکھنے آئے اور اسی وقت دل سے مطلوبہ انجکشن بھی آگیا جو ڈاکٹر اگروال نے خود ہی لگایا۔ اس وقت مولانا نے فرمایا کہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئی ہے سونے دیجئے مولانا کو آرام کی غرض سے چھوڑ دیا گیا اور اسی حالت میں ۱۶ تاریخ کو ۱۱ بجے دن میں مولانا کی روح پرواز کرگئی۔ مولانا کی تجہیز و تکفین مولانا بشیرالدین صاحب استاد دارالعلوم نے انجام دی۔ پہلی نماز جنازہ ندوہ کے وسیع میدان میں مولانا منظور صاحب نعمانی نے پڑھائی اور دوسری نماز تکیہ رائے بریلی میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی نے ½ ۱۰ بجے بعد نماز عشاء پڑھائی اور تدفین حضرت مولانا کے اعزہ کے مخصوص قبرستان میں جو مسجد تکیہ کے سامنے ہے اس میں ہوئی۔

مولانا اپنی ذات کے لحاظ سے ایک انجمن تھے۔ خواتین اسلام کے لئے ماہنامہ "رضوان" نکالتے تھے۔ سوانح حضرت مولانا محمد یوسفؒ اور حیات خلیلؒ آپ کی مقبول کتابوں میں ہیں۔ اس وقت بھی آپ مولانا محمد الحسنی مرحوم (سابق ایڈیٹر البعث الاسلامی اور تعمیر حیات) کے حالات زندگی مرتب کررہے تھے۔

مولانا مرحوم کی عمر ۵۸ سال تھی اور پسماندگان میں ایک لڑکی امامہ حسنی اور ایک لڑکا حمزہ حسنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ آمین

نوٹ: پرچہ طباعت کے لئے پریس جاچکا ہے اسلئے یہ مختصر نوٹ نذر قارئین ہے۔ انشاء اللہ اگلے شمارہ میں مرحوم کے تعزیتی جلسہ اور مولانا پر پیش قیمت مضامین شائع کئے جائیں گے۔ (ادارہ)

دارالمصنفین ۔ ایک مثالی ادارہ

محمود الأزہار ندوی

مولانا ابوالکلام آزادؒ نے دارالمصنفین کے متعلق فرمایا تھا،

"..... دارالمصنفین کے لئے بہت ضروری ہے کہ اسے تحقیق اور اصلیت کا نمونہ بنایا جائے اور اس کے دائرہ کو اتنا وسیع نہ کیا جائے کہ ہر اڈیٹر اہل قلم اور ہر مضمون نگار مصنف ہو ورنہ سب کچھ بے سود ہے وہ وقت ابھی سے پیدا کرنا چاہئے کہ اس کا نام سند اور سرٹیفکیٹ کا کام دے۔"

مولانا کو اس ادارہ کی تاسیس ہی کے زمانہ سے بڑی دلچسپی تھی آپ نے اس کا دستور بنانے میں بڑا حصہ لیا اور اس کا آنریری فیلو بننا اپنے لئے باعث عزت و افتخار سمجھا، آپ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"دارالمصنفین کے قواعد اعظم گڑھ سے آئے ہیں سوائے چند دفعات کے سب بہتر و انسب ہیں۔ اب آپ جلد جلد ڈرٹو کرالیں اور عملی کام کی صورت نکالیں۔ ایک دو آدمی بھی ہوں تو کام شروع کرنا چاہئے۔ یہ ایسا معاملہ تھا کہ اس کے متعلق بالمشافہ صحبتیں ضروری تھیں۔"

ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"دارالمصنفین کا پراسپکٹس پہونچا مجھے اس سلسلہ میں جو کچھ بتانا چاہیں منظور ہے، آنریری فیلو تو ایک عمدہ بات ہے، اگر اس میں کوئی جگہ خالی کی ہو جب بھی میں منظور کرلوں گا بشرطیکہ کام ہو اور مجمع صحیح و خالص۔"

آپ نے دارالمصنفین کو ایک مثالی ادارہ بنانا چاہا اور اس کے لئے ذمہ داران ادارہ سے خط و کتابت بھی کی۔ ایک خط میں آپ دارالمصنفین کے متعلق لکھتے ہیں۔

"دارالمصنفین کے دائرہ کو جس قدر تنگ رکھے گا اسی قدر وہ حقیقی اور عملی ہوگا دو چار آدمی اچھے کام کرسکتے ہیں لیکن مجمع جھلا بیکار ہے۔ بڑی چیز یہ ہے کہ آئندہ ایسے نمونے قائم کئے جائیں جن میں حقیقت ہو اور رسم پرستی و رسم سے احتراز کیا جائے۔"

اسی اصول کے تحت دارالمصنفین نے اپنی جد و جہد جاری رکھی اور جس کام کو علامہ شبلی نے دو کچے بنگلے اور چند الماری کتابوں سے جن کی تعداد چند سو تھی سے شروع کیا تھا وہ آپ کی وفات کے بعد برگ و بار لایا۔ آپ کی وفات کے ٹھیک تیسرے دن ایک مجلس کی تشکیل اختیار کرگیا اور صدر مولانا حمید الدین صاحب، ناظم مولانا سید سلیمان ندوی اور مہتمم مولانا مسعود علی ندوی ہوئے۔ اس سہ نفری کاروان میں مولانا عبدالسلام ندوی کا بھی بہت جلد اور کارآمد اضافہ ہوا اور اس نے اپنا سفر شروع کردیا۔

دارالمصنفین ہندوستانی مسلمانوں کا واحد ادارہ ہے جہاں طلبہ کو تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد تحقیق و تلاش، تصنیف و تالیف، غور و مطالعہ، اور توسیع معلومات کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور ان کی دماغی تربیت کے لئے سروسامان بہم پہونچایا جاتا ہے۔

اس ادارہ نے ملک کی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے محققین و مصنفین کی ایک محدود لیکن ترقی یافتہ جماعت تیار کی جو ایثار و خلوص کے ساتھ علم و فن کی خدمت میں شب و روز منہمک ہیں اور قوم کے نوجوان افراد کے لئے مفید و دماغی غذا مہیا کرنے میں مصروف ہیں جن کا مرکزی نقطہ اسلامیت ہے، ہر تحقیق، ہر تحریر، ہر کاوش، ہر مطالعہ اور ہر غور و بحث کا مقصد اسلام اور اسلامی علوم کی خدمت ہے۔

یہاں کا ہر شخص ایک خاص ذوق رکھتا ہے اور اپنے ذوق کے مطابق وہ تحقیق و مطالعہ اور تصنیف و تالیف کرتا ہے اور ہر قسم کے ذوق کے لوگوں کی تربیت کرسکتا ہے اور ہر فن کی تصنیفات پیش کرتا ہے۔

اس ادارہ نے معیاری اور بلند پایہ، مستند اور قابل مطالعہ کتابیں شائع کی اور ان کا اردو ادب میں ایک خاص مقام ہے اس ادارہ نے تصنیفات و تالیفات کے ساتھ قدیم و جدید کتابوں کا ذخیرہ بھی مہیا کررکھا ہے۔ اس کی تصنیفات اردو میں ہونے کے باوجود ان کو یہ قبولیت حاصل ہوئی کہ اسکی بعض کتابیں ملک کی دوسری زبانوں اور غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ کی گئیں مثلاً فارسی، عربی، ترکی۔ اس ادارہ کی سیرۃ النبی، الفاروق، سیرت عائشہؓ، اور خلفائے راشدین ترکی زبان میں منتقل ہوچکی ہیں اور سیرۃ النبیؐ کے کچھ حصے عربی میں منتقل کئے جاچکے ہیں سیرت عائشہ عربی میں منتقل ہوچکی ہے۔

دارالمصنفین نے سیرت نبویؐ کی چھ جلدوں کے علاوہ سیر الصحابہ پر ایک نہایت وسیع اور عظیم الشان کام کیا اور اس سلسلہ کو ۱۲ جلدوں میں مکمل کیا۔

یہ تمام مجموعہ نہایت اہم اور محققانہ ہیں اب تک اردو زبان میں صحابہؓ کے حالات میں اس قدر جامع و مکمل تالیف موجود نہ تھا بلکہ کہا جاسکتا ہے اس استقصاء اور جامعیت کے ساتھ عربی جیسی وسیع زبان میں بھی کوئی کتاب موجود نہ تھی ان تمام حصوں میں صحابہؓ کے عقائد، عبادات، اخلاق معاشرت ان کی عملی زندگی اور ان کے سیاسی انتظامی اور علمی کارناموں اور جنگ و صلح سے متعلق ان کے واقعات نہایت نمایاں طور سے پیش کئے گئے ہیں۔

اس ادارہ نے علم و عمل اور مذہب و اخلاق میں صحابہ کرام کے سچے جانشین اور ان کے تربیت یافتہ تابعین کرام کے مقدس گروہ کے حالات کا مرتع بھی تیار کیا اور تبع تابعین کے حالات پر کتابیں شائع کیں۔

جدید ترین معلومات کے مطابق دارالمصنفین اب تک مختلف موضوعات پر ۱۷۰ کے قریب کتابیں شائع کی ہیں جن کے مجموعی صفحات کا اندازہ ساٹھ ہزار سے زائد ہے اور دارالمصنفین کے مقاصد کے تحت اس کے رفقاء اس ادارہ کے مطمح نظر کو قالب کا شکل دینے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اس وقت اس کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ناظم سید صباح الدین عبدالرحمٰن ہیں۔ رفقاء میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی، مولانا منصور نعمانی اور عتیق الصدیق کے نام ہیں۔ اور اس کا بجٹ سالانہ ۲۰ لاکھ ہے۔

دارالمصنفین کی کتابیں خاص طور پر ماہوار شائع ہونے والا رسالہ "معارف" نے مستشرقین کے حلقوں کو دارالمصنفین کی علمی خدمات کا آوازہ شہرت پہنچا چکا ہے اور پروفیسر عطاء کاکوی کو مولانا شبلی کی شعر العجم سے انتہائی عقیدت تھی اور ان کے بعض مقالات میں دارالمصنفین کو مسلمانوں کی جدید اصلاحی تحریک کا مرکز قرار دیا۔ دارالمصنفین نے مستشرقین جن کے نظریہ کی بنیاد اسلام اور داعی اسلام علیہ السلام پر اپنے الزامات کی بنیاد کھڑی کرتی ہوتی ہے۔ کی طرف توجہ مبذول کی اور ان کا تار و پود بکھیر کے رکھ دیا۔

اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر سیمینار:

ان مقاصد کو سامنے رکھ کر دارالمصنفین اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر ۲۱۔ ۲۳ فروری ۱۹۸۲ء کے مابین مذاکرہ علمی منعقد کررہا ہے اور اس موضوع سے تعلق رکھنے والے افراد کی ایک بڑی تعداد شریک ہورہی ہے تاکہ مستشرقین جو اسلامی علوم و فنون سے قلبی تعلق و وارفتگی کے بظاہر دعویدار ہیں ان کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور کس طرح سے حقائق کو مسخ کرکے انھوں نے پیش کیا ہے۔

چونکہ سیمینار اور اجتماع کی تاریخ اشاعت تقریباً یکساں ہے اس لئے اس شمارہ میں صرف دارالمصنفین کے متعلق مضمون شائع کیا جارہا ہے۔ انشاء اللہ اگلے شمارہ میں اس سیمینار کی رپورٹ پیش کی جائے گی۔

از: جناب عبدالکریم پاریکھ صاحب
(شکریہ) آل انڈیا ریڈیو۔ رتناگیری اسٹیشن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری — اور اُمّت کو اس کی ہدایت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ"

(اور اگر مشرک لوگوں میں سے کوئی آپ سے سہارا طلب کرے تو آپ ان کو اپنے پاس حفاظت سے جگہ دیجئے اور اس کا موقعہ دیجئے کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر بعد میں اسے اپنی پسند کی جگہ جہاں وہ رہ سکے پہنچا بھی دیجئے اس لئے کہ یہ لوگ ابھی تک سچ بات کو جان نہیں پائے ہیں)۔

اپنے اور غیر کی اصطلاح پیغمبروں کے یہاں نہیں ہوتی، ان کے لئے تو سب ان کے ہی اپنے ہیں، کوئی غیر ہے ہی نہیں، لیکن اللہ کے رسول جس راستے کی طرف انسانوں کو دعوت دیتے ہیں، یعنی مرنے کے بعد اپنے مالک کے سامنے حاضری اور اپنی زندگی کا حساب دینا پھر جو اس بات کو نہ مانے وہ تو غیر ہو ہی گیا۔ شاید اسی لئے ہر زمانہ میں یہ فقرہ چل پڑا کہ،

"جو حق کی بات مانے وہ مسلم (یعنی تابع و فرمان) اور جو نہ مانے وہ غیر ہو گیا"

غیروں کے ساتھ رواداری و برابری کا سلوک، حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ انصاف کرنا، یہ تعلیم اللہ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اور اس کی پوری پوری ہدایت بھی دی کہ ان کے ساتھ معاملہ کس طرح کیا جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنی بات منوانے کے لئے کسی پر جبر نہ کیا جائے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (دین میں کسی پر زور زبردستی نہیں ہونی چاہئے یقیناً بھلائی کا راستہ گمراہی کے مقابلہ میں صاف اور کھلا ہوا ہے۔

یہ اصول اللہ کے رسول نے بتائے ہیں کہ دین و مذہب اور خیالات میں جبر کسی پر نہ ہو، انسانی آزادی پر کوئی ڈاکہ نہ ڈالے، جو خدا نے انسانوں کو عطا کی ہے۔ اس پر بندش نہ لگائی جائے۔

قرآن مجید کی سورۂ "توبہ" کی آیت،

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ"

(اور اگر ان مشرک لوگوں میں سے کوئی آپ سے سہارا طلب کرے، Pro... Union یا ... مانگے، تو آپ ان کو اپنے پاس حفاظت سے جگہ دیجئے۔ اور اس کا موقعہ دیجئے کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر بعد میں اسے اپنی پسند کی جگہ جہاں وہ نڈر ہو کر رہ سکے پہنچا بھی دیجئے اس لئے کہ یہ لوگ ابھی تک سچ بات کو جان نہیں پائے ہیں)۔

جو لوگ اللہ کا پیغام پہنچانے والوں سے محض اس لئے لڑتے ہیں کہ وہ تمام انسانوں کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں سب انسان ایک کنبہ ہیں۔

سب انسانوں کا مالک، خالق اور الٰہ صرف ایک ہے۔

سب انسانوں کو مرنے کے بعد اپنے مالک کے پاس جانا ہے۔

سب انسانوں کا حساب ایک دن ہونا ہے۔

بھلا یہ سب باتیں لڑائی جھگڑے کی ہیں؟ یا ایسی بات کہنے والے سے جنگ کرنا یا اسے ستانا اور تنگ کرنا کسی سمجھدار آدمی کا کام ہو سکتا ہے؟ لیکن افسوس کہ دنیا میں ایسا ہوا ہے۔ جاہل اور نادان لوگ تو ظلم کرتے ہیں، لیکن جو لوگ سماج میں کچھ اونچا مقام رکھتے ہیں وہ بھی ایسی باتیں سن کر بھڑک جاتے ہیں کہ ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور سماج کے بڑے لوگ جتھہ بندی کر کے ایمان کی بات کہنے والوں سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، بلکہ باقاعدہ جنگ بھی شروع کرتے ہیں۔

ایسے موقع پر جب کہ زیادتی، ظلم اور حملہ ایک ہی طرف سے ہو رہا ہو تب بھی اس دنیا کے مالک نے اپنے پیغام کو پہنچانے والوں کو ہدایت دی کہ ... میں اور مشکل حالات میں بھی اگر کوئی دشمن تم سے حفاظت مانگے۔ تو اسے خوشی خوشی اپنی حفاظت میں بہت ہی اچھی طرح رکھو، ہاں اپنی بات سنا دو، مگر کسی پر جبر نہیں، پھر اسے جہاں جانا ہو، اپنی پوری حفاظت میں بھیج دیجئے، اور ایسی جگہ اسے جانے دیں جہاں وہ نڈر ہو کر زندگی گذارے۔ ڈر، خوف، لالچ اور دھونس سے کسی کے خیالات اور دل کو بدلا نہیں جا سکتا، اسی لیے اس طریقہ کو اللہ کے نبی نے کبھی پسند نہیں کیا۔ اور اس طریقہ پر چلنے کی سخت منا ہی کر دی۔

... اور نڈر ہو کر سوچنے میں ہی آدمی اپنی دماغی طاقت اور عقل کا پورا پورا استعمال کھلی آزادی کے ساتھ کر سکتا ہے۔ جو قدرت نے اسے عطا کی ہے عقل، تمیز، تجربہ، عبرت، علم اور تاریخ، اگلوں کے حالات اور انجام کا سوچ بچار کرنے کے لئے آدمی کو آزاد فضا چاہئے، جہاں وہ بے خوف ہو کر نڈر ہو کر فیصلہ کر سکے۔

پڑوس میں کوئی بھوکا ہے، مظلوم ہے، بیمار ہے یا کسی بھی مدد کا مستحق ہے، تو اللہ کے رسول کی تعلیم میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ آدمی ہمارے مذہب کا ہے یا غیر ہے۔ بس آدمی ہے انسان ہے یہی کافی ہے۔ اب اس کی مدد کرنا ہر نیکی سے زیادہ بڑی نیکی ہے۔ اور ہر خیر سے زیادہ بڑا خیر ہے، چاہے کوئی عمر بھر کا مخالف ہو، مگر کسی تکلیف میں پھنس گیا ہو تو ایک مسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی ہر طرح مدد کرے۔

امت کو اس کی ہدایت دی گئی کہ وہ رہتی دنیا تک ان اصولوں پر عمل کرے، زمین کے کسی بھی علاقہ میں اگر کوئی مسلم حاکم ہو تو اس پر لازم ہے کہ اپنی رعایا میں غیر مسلموں کے ساتھ حسب ذیل طریقہ پر عدل و انصاف قائم کرے۔

کسی بوڑھے اور مریض پر اور کسی قرضدار پر کوئی سرکاری ٹیکس نہ لگایا جائے۔ غیر مسلموں کے عبادت خانوں میں انھیں اپنے طرز پر عبادت کرنے کی پوری آزادی ہو۔

غیر مسلموں کے پرسنل لا کے مطابق ان کے فیصلے کئے جائیں۔

ان پر جبر سے کوئی قانون لاگو نہ جائے۔

جس خیال اور عقیدہ کو جس مذہب اور طریقۂ زندگی کو غیر مسلم لوگ قابل قبول نہ سمجھتے ہوں، اس پر ان سے کسی قربانی، کسی خدمت کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

ان کے شادی بیاہ کے قانون میں کوئی مداخلت نہ کرے۔

ان کے مظلوموں کی مدد کی جائے، ان کے بیماروں کا علاج نیکی سمجھ کر کیا جائے۔ اور عام انسان کی سطح پر جو معاملات قرآن مجید نے ضروری قرار دئے ہیں۔ ان سب کا نفع ان غیر مسلم بھائیوں کو بھی برابر ملتا رہے۔

حق بات کو ماننا نہ ماننا یہ بھی انسانی آزادی کا ایک اہم حق ہے جو قدرت نے اسے دیا ہے۔ اس حق کو چھین لینا بھی حق کی مخالفت ہے۔ اس لئے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ طاقت ور ہو یا کمزور ہر صورت میں اس بات کا مکلف ہے کہ غیروں کی شخصی آزادی پر ڈاکہ ڈالنے سے پرہیز کرے۔

اس دنیا میں ہر ایک کا حال یکساں نہیں، قرآن مجید میں فرمایا گیا تلک الایام نداولھا بین الناس۔ (یہ ایام ہم لوگوں پر ادل بدل کر لاتے رہتے ہیں) کبھی کامیابی کبھی ناکامی، کبھی غلبہ اور طاقت کبھی شکست اور افلاس و تنگدستی، یہاں قدرت نے کسی کو دائمی پٹہ نہیں لکھ دیا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ہی گروہ کی طاقت سے زمین پر بسنے والے دبا کر رکھے جا سکیں۔ شخصیات آتی رہیں، فنا ہوتی رہیں۔

غیر ہی کیوں نہ ہو، سخت سے سخت دشمن کا مال بھی ناجائز طور پر لینے سے امت کو منع کر دیا۔ آج سیرت النبی صلعم کے موقعہ پر ضروری ہے کہ ہم دوسروں کے ساتھ انصاف کریں۔ چاہے وہ ہمارے کتنے ہی مخالف کیوں نہ ہوں۔

اللہ کے نبی کے مخالف اور ہر برسر جنگ و قاتل لوگ بھی جب قیدی ہو کر لائے گئے تو تمام جنگی قیدیوں کو غذا، لباس، علاج وغیرہ سے محروم نہ رکھا گیا، بلکہ فیاضانہ سلوک کیا گیا، اور امت کو اس کی ہدایت کر دی گئی کہ ظلم کسی پر نہ ہو حضرت عمرؓ نے تو اپنے زمانہ خلافت میں ایک گورنر کو لکھ بھیجا کہ جو لوگ جنگ میں گرفتار کئے گئے ہیں ان میں جو کاشتکار ہوں انھیں رہا کر دیا جائے۔

ہم آپ سے وداع ہو رہے ہیں رخصت ہوتے وقت ... اور دین کی ایک اہم بات قرآن مجید کی ایک آیت بطور تحفہ قبول فرمایئے اور ہو سکے تو ایک بار ترجمے کے ساتھ قرآن مجید ضرور پڑھ لیجئے۔

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ"

(اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ انصاف سے کام لو اور برابری کا سلوک کرو دوسروں پر احسان کرو، اور اپنے قریب بسنے والوں کو بھی دیتے رہو۔ اور وہ تم کو منع کرتا ہے بے حیائی اور بری باتوں سے اور ایک دوسرے پر چڑھائی بھی نہ کرو)۔

بقیہ ص ۴

ماہر سے پوچھو) ان کو عالم کے لفظ سے نہیں تعبیر کیا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہر جماعت کے لئے ضروری قرار دیا ہے کہ ان میں کوئی عالم ضرور موجود ہو، فرمایا:

"فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ"

(التوبہ ۱۲۲)

(تو یوں کیوں نہ کیا کہ ہر ایک جماعت میں سے چند اشخاص نکل جاتے تاکہ دین کا علم سیکھتے اور اس) میں سمجھ پیدا کرتے اور جب اپنی قوم کی طرف واپس آتے تو ان کو ڈر سناتے تاکہ وہ حذر کرتے)۔

اسی آیت سے علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ ایسے شہر میں مستقل قیام کرنا اور رہنا جہاں کوئی عالم دین نہ موجود ہو جس کی طرف شرعی مسائل میں رجوع کیا جائے درست نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے علم دین ہی کو دین سے واقفیت اور اپنی معرفت کا ذریعہ بنایا ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر دین کی ضروری اور بنیادی چیزوں کا جاننا ضروری ہے مثلاً اسلام اور ایمان کے ارکان کا اجمالی علم، غرض یہ کہ علماء کو بڑا اونچا مقام حاصل ہے، اس مقام کا پہچاننا اور اس کا حق ادا کرنا مومنین کے لئے ضروری ہے، جس کے لئے جد و جہد کرنا، دینی ادارے قائم کرنا اور مخلصین کی خدمات حاصل کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ اُس مقصد کو حاصل کیا جا سکے جس کو ہم اس آیت پر سابقی کر رہے۔

"وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا" (طٰہٰ ۱۱۴)

(اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے کے لئے جلدی نہ کیا کرو، اور دعا کیا کرو کہ میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے)۔

بمبئی میں
خالص گھی اور
میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی بسکٹ
ڈرائی فروٹ برفی
بلک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو مالی برفی
ہر قسم کے تازہ و خشک
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
نمبر ۱ کا قابل اعتماد تاجر
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے بمبئی
320059
ہیڈ آفس:— ۳۳۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳

افغانستان میں روسی جارحیت کے دو سال

شمس تبریز خان

۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو افغانستان میں براہ راست روسی وحشت وجارحیت کو دو سال ہوگئے۔ اگر اپریل ۱۹۷۸ء کے نور محمد تراکی کے انقلاب اور اس کے دو سالہ خونیں دور کو بھی شامل کرلیا جائے تو روسی جارحیت کو اب چار سال کا عرصہ ہو رہا ہے، مگر مردہ ضمیری، بے حسی اور بے حیائی کی انتہا یہ ہے کہ اشتراکی روس کو اپنی ننگی جارحیت اور انسانیت سوز وحشت وبربریت پر کوئی شرمندگی نہیں اور وہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ افغانستان میں اپنی فوجی کارروائی اور بہیمیت ودرندگی کو حق بجانب ٹھہرا رہا ہے اور اپنی روایتی دروغ بافی اور عالمی سطح پر جھوٹے پروپگنڈے کے ذریعہ نہتے اور مظلوم ومعصوم افغانی مسلمانوں کے خون ناحق اور قتل عام Genocide پر پردے ڈالنے اور دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہا ہے۔

پروپگنڈا اشتراکیوں کا روایتی حربہ ہے وہ اس کے قائل ہیں کہ جھوٹ اس طرح اور اس قدر بولا جائے کہ سچائی اور حقیقت کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز بن کر رہ جائے اور اس طرح مظلوم کو ظالم، سچ کو جھوٹ، اور سفید کو سیاہ بنا دیا جائے! روسی ذرائع ابلاغ (Mass Media) جھوٹے پروپگنڈے اور الزام دہی میں اپنا جواب نہیں رکھتے، روسی پریس روزانہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں اخبارات، رسائل اور کتابوں کی شکل میں جھوٹ کی پوٹ اور دروغ بافی کے پلندے تیار کرتا اور انھیں حسن طباعت سے آراستہ کرکے دنیا کے بازاروں میں سستے داموں بیچتا رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا کو اشتراکیت کے مظالم اور چیرہ دستیوں کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا اور بہت سے اشخاص واقوام اشتراکیت کے ہمنوا بن جاتے ہیں۔

افغانستان میں براہ راست روسی جارحیت ومداخلت پر دو سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی روس کی ظالمانہ کارروائیوں میں کوئی فرق نہیں آیا ہے عقیدہ وضمیر کے لئے لڑنے والے افغانیوں ہی پر نہیں نہتے، معصوم شہری اور دیہاتی عوام پر بھی روس کی بری وفضائی فوجوں کے حملے جاری ہیں مگ طیاروں سے بم برسا کر گل وگلزار آبادیوں کو ویران کیا جا رہا ہے، گن شپ کے ذریعہ مجاہدین کے ٹھکانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور ان سے نیپام بم اور مردم کش زہریلی گیس برسائی جا رہی ہے، بارودی سرنگیں بچھا کر تباہی پھیلائی جا رہی ہے، حد تو یہ ہے کہ پاکستان میں پناہ لینے والے مجاہدین کے کیمپوں پر بھی راکٹوں سے حملے کئے جا رہے ہیں اور فضائی حدود کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے ابھی ۲۷ دسمبر ۱۹۸۱ء کو روسی درندوں نے افغانستان میں اپنی دو سالہ جارحیت کا جشن منایا اور مزید ۲۰، ۳۰ ہزار روسی فوج بلانے کا بے شرمی کے ساتھ اعلان کیا، روس کی ان حرکتوں سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ وہ افغانستان میں اسلامی بیداری کو ایک آنکھ نہیں پسند کرتا اور افغانستان کا اسلامی کردار اور اسلام سے اس کی دیرینہ عقیدت اسے کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے اور وہ ایک صدی سے زائد عرصے سے افغانستان میں کھلے چھپے طور پر اسلام دشمنی ومسلم کشی کی کارروائیاں کرتا رہا ہے اس میں نہ زار روس پیچھے تھا اور نہ اشتراکی نمائندے پیچھے رہے بلکہ اشتراکی دور میں تو مرحلہ وار پروگراموں کے تحت ۷، ۸ مسلم ریاستیں ہضم کی گئیں اور اب افغانستان سے پنجہ آزمائی ہو رہی ہے اس کے علاوہ شام وعراق، جنوبی یمن اور لیبیا کو بھی روسی بلاک یا روسی جال میں پھانس لیا گیا ہے اور دوسروں کو بھی اشتراکیت کے دام ہم رنگ زمیں اور سبز باغ میں لانے کی کوشش جاری ہے۔

افغانستان میں روس نے اپنی بربریت کی جیسی مثال قائم کی ہے اس سے دنیا کی نئی پرانی بربریتوں کی تاریخ ماند پڑ گئی ہے اور اس کی "مذہب" اور "نظریاتی" وحشت وجارحیت نے چنگیز وہلاکو کی جہاں سوزیوں اور پچھلی عالمگیر جنگوں کی خون آشامیوں کو بھی افسانہ بنا دیا ہے ؎

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

روس افغانستان میں جس طرح نسل کشی اور قتل عام کر رہا ہے اس کے متعلق ڈیڑھ سال پہلے 'فلاڈلفیا انکوائرر' کے نمائندے رچرڈ بن کریم نے جون ۱۹۸۰ء میں افغانستان کے دورے کے بعد لکھا تھا "روسی افغانستان کے اس مشرقی حصے (کنار) کو مکمل طور پر تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اس جنگ نے قتل عام کی شکل اختیار کرلی ہے اس میں صرف انسانی جانوں ہی کا ضیاع نہیں ہو رہا ہے بلکہ ایک طرز زندگی، ایک مخصوص ثقافت دم توڑ رہی ہے، جن لوگوں نے اس طرز حیات میں اپنی زندگیاں بتائی ہیں آج وہ اس کے لئے افسردہ ہونے کے باوجود اس ثقافت وطرز حیات کے صرف چند نمونے پاکستانی کیمپوں تک لے جا پاتے ہیں۔"

(امروز، لاہور ۲۱/۷/۸۰ء)

زہریلی گیسوں اور جراثیمی بموں کے روسی استعمال کے بارے میں اتنی متواتر خبریں موصول ہو چکی ہیں کہ اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا ہے چنانچہ گزشتہ نومبر میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ "افغان مجاہدین کے سربراہوں نے افغانستان میں نیپام اور فاسفورس کے بموں کے استعمال اور نسل کشی کے اقدامات کا الزام روس پر عائد کیا ہے، افغانستان کے قومی سلامتی محاذ کے صدر سید احمد جیلانی نے بتایا کہ ان بموں میں ایسے کیمیائی اجزاء شامل کئے گئے ہیں جو انسانی اعضائے جسمانی کو جلا دیتے ہیں، انھوں نے ایک اخباری کانفرنس کو بتایا کہ تیس لاکھ کے قریب افغان غیر ملکوں کی طرف فرار ہونے پر مجبور ہوگئے ہیں، ان کے اس بیان کی حمایت محمد نبی محمدی نے بھی کی ہے جن کی اسلامی انقلابی تحریک ایک نئے متحدہ گروپ کے جیلانی محاذ میں شامل ہوگئی ہے۔"

(قومی آواز، ۲۰/۱۱/۸۱ء)

افغانستان کے نہتے، معصوم اور امن پسند عوام پر اشتراکی روس "معاہدۂ دوستی وامداد" اور "رجعت پسندی" کے خلاف "ترقی" کے نام پر جو ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے اس کی خوں چکاں خبروں سے روزانہ ہی اخبارات کے صفحات رنگین رہتے ہیں جن کا سرسری احاطہ بھی دشوار ہے، اور روسی درندگی اب دنیا پر اپنی بھیانک اور افسوسناک شکل میں اس طرح ظاہر ہو چکی ہے کہ اس کی تفصیلات پیش کرنے میں اندیشہ ہے کہ اس کی ہولناکی و درندگی کے بہت سے پہلو چھوٹ جائیں اس لئے پہلے کی طرح میں اب بھی یہی لکھ سکتا ہوں کہ افغانی عوام و مجاہدین پر روس نے ایسے مظالم کئے ہیں جن کا کوئی حساب وشمار ممکن نہیں اور نہ وہ عام طور پر انسان کے وہم وگمان میں آتے ہیں۔

مگر اس سب کے باوجود افغانی المیہ کا ایک قابل شکر ولائق فخر پہلو یہ ہے کہ روس کے آخری درجے کے مظالم اور انتہائی درندگی وکمینگی کے باوجود مجاہدین افغانستان کا جذبۂ جہاد، شعلۂ جوالہ اور آتش فشاں کی طرح بھڑک رہا ہے اور ان کے ایمان وعزیمت میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے،

"الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل" (آل عمران ۱۷۳)

(یہ ایسے لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ بہت سے لوگ تمہارے مقابلے پر جمع ہوگئے ہیں تو ان سے ڈرو تب اس بات نے ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ اچھا سرپرست ہے)۔

افغانی مجاہدین، اسلام کے لئے سرفروشی وجانبازی اور حریت وخود مختاری کی اپنی ہزار سالہ تاریخ ایک بار پھر دہرا رہے ہیں اور عزم وہمت، ایثار وقربانی کی ایسی شاندار روایات قائم کر رہے ہیں جو اہل ایمان سے ہمیشہ وابستہ رہی ہیں اور جن سے حق پسندوں کو نامعلوم زمانوں تک حوصلہ وولولہ ملتا رہے گا۔

افغان مجاہدین کے ایک رہنما پروفیسر عبدرب الرسول سیاف نے اپنے ایک انٹرویو

اور شوق انگیز بیان میں کہا ہے کہ:

"افغان مجاہدین نے روسی برتری کی غلط افواہ کو ختم کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ بم اور بندوقیں ہمارے ایمان وعقیدہ کو ختم نہیں کر سکتے، ہمارا مقصد، عظیم اور طویل المیعاد ہے۔ ہماری کوشش افغانستان میں ٹھوس دفاعی مورچوں کی تعمیر اور اسلام کو سوویت وسطی ایشیا اور یورپ تک پہنچانا ہے۔"

(ریڈینس، دہلی ۱۰ اگست ۱۹۸۰ء)

مذہب وآزادی کے لئے افغانی مجاہدین جس بے جگری اور اولوالعزمی و پامردی کے ساتھ روسی درندوں سے لڑ رہے ہیں اور معمولی اسلحوں سے اشتراکی طاغوت کا کامیاب مقابلہ کر رہے ہیں اس نے غیر مسلم دنیا کو حیرت زدہ اور تعریف وتحسین پر مجبور کر دیا ہے۔ ایک مغربی وقائع نگار نے کہا ہے کہ:

"مغربی مشاہدین کا خیال ہے کہ افغانستان کی بابت روس نے جو غلط اندازے لگائے ہیں اُن میں شاید سب سے سنگین طور پر غلط اندازہ افغان کردار کی اُس گہرائی و گیرائی کی بابت لگایا گیا ہے، اور اس لحاظ سے ماسکو کی سب سے بڑی کمی شاید یہی ہے کہ وہ اس گہرائی وگیرائی کا خاتمہ کرنے سے قاصر ہے۔ . . . ایک فوجی تجزیہ کار نے کہا ہے کہ چھاپہ مار جنگ میں اگر آپ ہارتے نہیں ہیں تو فتح آپ کی ہے۔ اور آج مجاہدین، اس روز سے زیادہ طاقتور ہیں جس روز روسی فوجیں افغانستان میں داخل ہوئی تھیں۔"

(قومی آواز لکھنؤ، یکم جنوری ۱۹۸۱ء)

امریکا کے سابق صدر نکسن نے بڑھتی ہوئی روسی جارحیت وتوسیع پسندی اور تیسری عالمی جنگ کے خدشات کے متعلق ایک فکر انگیز کتاب (The Real [illegible]) کے نام سے لکھی ہے جس کا خلاصہ دہلی کے ایک روزنامے میں شائع ہوا ہے اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ:

"ایک اور اہم بات یہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی خطے کو خواہ وہ کتنا ہی دور دراز اور دیکھنے میں حقیر کیوں نہ ہو نظر انداز نہ کرنا چاہیے، افغانستان کے حالیہ واقعات اس پر شاہد ہیں، ہم نے صرف اس کی پسماندگی اور غربت وافلاس کو دیکھا، مگر یہ بھول گئے کہ یہ ایشیا کی کنجی ہے، جس کی سرحدیں ایران، پاکستان، چین اور روس سے ملتی ہیں اس خطے سے بڑے بڑے طوفان اٹھتے اور گزرتے رہے ہیں ــــ حریت پسند افغان اپنی آزادی کے تحفظ کے لئے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر میدان وغا میں کود پڑا، اس نے اپنے مویشی اور بیوی کے زیور بیچ کر اسلحہ خریدا، بڑھتے ہوئے ٹینکوں پر اس نے پتھر لڑھکائے اور جب وہ پھر بھی نہ رکے تو گولیوں کی بارش میں سینہ تانے، ہاتھوں میں ڈنڈے اور آہنی سلاخیں لئے اُن پر ٹوٹ پڑا، دیکھتے ہی دیکھتے سرکاری فوج گھٹتے گھٹتے ایک لاکھ سے آدھی رہ گئی جس میں صحیح معنوں میں لڑنے والے ۱۰۔۱۵ ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ انجام صاف نظر آ رہا تھا چنانچہ متوقع تباہی سے بچنے کے لئے ستمبر ۱۹۷۹ء میں ترکی کا قصہ پاک کرکے اس کے دست راست امین کو لایا گیا اور جب وہ آزادی کی تحریک کچلنے میں ناکام رہا تو روس کھلم کھلا اور براہ راست مداخلت پر اُتر آیا۔"

(سہ روزہ دعوت، دہلی، ۲۵ اپریل ۱۹۸۱ء)

لندن کے روزنامہ ([illegible]) نے "مجاہدین افغان پہاڑوں میں موت سے کھیل رہے ہیں" نے ایک مغربی مشاہد کے تاثرات شائع کئے ہیں جس کے آخر میں وہ لکھتا ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جنگ افغان عوام کے لئے بڑی مصیبت ہے مگر چھاپہ مار اسے روکنے کی کوئی وجہ نہیں سمجھتے نوجوانوں کو میدان جنگ میں کامیابی کی امید ہے اور بوڑھوں کو مذہب کی راہ میں مرنے اور شہادت سے سرفراز ہونے کی توقع ہے"

(Crescent) ٹورنٹو۔ کناڈا
۱۶/۲۸ فروری ۱۹۸۱ء ص ۷

موجودہ صورت حال:

افغان مجاہدین کے عزم وایمان اور ثبات واستقامت نے اس دو سال کے عرصے میں روس پر ثابت کر دیا ہے کہ وہ دین وحریت کے لئے کسی طرح کی قربانی سے دریغ اور باطل سے کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے اور نہ باعزت تصفیے سے پہلے ہتھیار رکھیں گے۔ روس نے افغانستان کو اپنی فوجی تفریح گاہ سمجھا تھا جہاں سے نئے جوش وخروش کے ساتھ اسے خلیج عرب میں داخل ہونا تھا، مگر وہ اس کے لئے ایک ناقابل گزر دلدل اور ایک پرخار وپرخطر جنگل ثابت ہوا جہاں نہ ٹھہرا جاتا ہے نہ بھاگتے بن پڑتا ہے۔

اب اسے محسوس ہو رہا ہے کہ باعزت اور صحیح سلامت واپسی تقریباً ناممکن ہے اس لئے وہ افغانستان میں وحشت وبربریت کے روایتی طریقوں سے کام رہا ہے اور مجاہدین کی تحریک کو کچلنے کے لئے جان ومال کی بازی لگائے ہوئے ہے اور بڑی حکمت وچابکدستی کے ساتھ افغانستان میں اپنے پنجے گاڑنے اور قدم جمانے کے لئے ببرک کارمل کی کٹھ پتلی کو سہارا دئے ہوئے ہے اور اسلام نوازی ومسلم دوستی کی پرفریب نقاب میں بھی تیار کر رہا ہے۔ ہزاروں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کے ڈھانے کے بعد دنیا کو دکھلانے کے لئے کابل میں ایک نو تعمیر مسجد کی تصویر اور کارمل حکومت کے حق میں "علماء" کے بیانات شائع کئے جا رہے ہیں اور یہ مجموعی تاثر دینے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ افغانستان میں سب خیریت ہے، بس تھوڑے سے شرپسند اور رجعت پسند تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں مگر صحیح صورت حال یہ ہے کہ چند شہروں کو چھوڑ کر مجاہدین بیشتر علاقوں پر قابض ہیں اور روسی فوجوں سے گوریلا جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اور افغان فوج اور افغان عوام اُن سے آ کر مل رہے ہیں اس کے ساتھ ہی پاکستان میں افغان مہاجرین کی تعداد تیس لاکھ اور ایران میں دس لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اُن کے علاوہ امریکا اور یورپ میں بھی ہزاروں کی تعداد میں افغان پناہ گزینی کی زندگی گزار رہے ہیں، جہاد میں شہید ہونے والے افغانی عوام اور مجاہدین کی تعداد تقریباً ۲۵ لاکھ ہے اس طرح افغان کی دو کروڑ میں سے تقریباً آدھی آبادی ہجرت یا شہادت سے سرفراز ہو چکی ہے۔

مجاہدین کی سرفروشانہ اور جانبازانہ سرگرمیوں نے روسی فوجوں کے حوصلے پست کر دیے ہیں اور وہ بڑی احتیاط کے ساتھ پھونک پھونک کر کہیں قدم بڑھاتے ہیں پھر گن شپ ہیلی کاپٹر اور بمبار طیاروں کے سائے میں کسی علاقہ پر حملہ آور ہونے کی جرأت کرتے ہیں اور بسا اوقات اس کے باوجود مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

افغان مجاہدین نے جہاں فوجی طور پر روس کو افغانستان میں الجھا دیا ہے، وہیں بین الاقوامی طور پر اس کے امن کے بلند بانگ دعوؤں اور مسلم ممالک اور تیسری دنیا کی ہمدردی وبہی خواہی کے نعروں کو کھوکھلا کر دیا ہے اور دنیا کی مہذب وامن پسند انسانی برادری میں اس کا باقی ماندہ وقار خاک میں ملا دیا ہے چنانچہ وہ اپنی فوجی وسیاسی ساکھ قائم کرنے کے لئے پولینڈ وغیرہ پر فوج کشی کی دھمکی دیتا ہے اور کبھی اسرائیل کے مقابلے پر عربوں کی زبانی ہمدردی کرتا نظر آتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ نظریاتی اور اصولی طور پر توسیع پسندی، جارحیت اور اسلام دشمنی پر مجبور ہے، یہ ایسا سرطان ہے جو انسانیت کو لاحق ہے اور اب وہ مرحلہ آگیا ہے کہ اگر اس کا آپریشن نہ کیا جائے تو پورے جسم انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ مشرق میں افغانستان ہی وہ ملک ہے جہاں روس کے جارحانہ عزائم پر روک لگائی جا سکتی ہے، اگر اس محاذ پر وہ کامیاب نکلتا ہے تو پھر مشرق ومغرب کے مذہب واخلاق اور آزادی وجمہوریت کی خیر نہیں اور اس کی ناکامی کی صورت میں مذہب وحریت کی انسانی میراث کے بچ جانے کی توقع پیدا ہو سکتی ہے اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کے امکانات بھی روشن ہو سکتے ہیں اگرچہ خود کسی درجے میں امریکا اور یورپ سے بھی اسی قسم کے خطرات لاحق ہیں مگر اظہار خیال کی آزادی کے سبب ان کے خطرات کی سنگینی کم ہو جاتی ہے۔

روس اس وقت جس قسم کے خطرات وخدشات سے دوچار ہے اس کے بارے میں ایک ہندستانی مضمون نگار لکھتا ہے:

"ماسکو اپنی جنوبی سرحدوں کی طرف سے قابل فہم طور پر سخت انارکی کی وجہ سے پریشان ہے، جہاں اس کے دشمنوں کو شرارت کے بڑے مواقع مل سکتے ہیں مگر دوسری طرف ان کے ملک میں جتنے عرصے تک روسی فوجیں موجود رہیں گی کرمل حکومت کے لئے آزادی پسند افغانوں پر قابو پانا ناممکن ہوگا۔"

(السٹریٹڈ ویکلی [illegible] دسمبر ۱۹۸۱ء)

"افغانستان میں لاینحل روسی کشمکش" کے عنوان سے پندرہ روزہ (Impact)

لندن لکھتا ہے کہ "مغرب روس کی افغانستان سے اس شرط پر واپسی پر راضی ہو جائے گا کہ وہ اس کے حلقۂ اثر میں "فن لینڈ" یا "منگولیا" کی طرح رہے، ایسا اسلامی افغانستان (جو مسلم وسطی ایشیا کو متاثر کرتا رہے) مغرب کے لئے بھی یکساں طور پر ناقابل قبول ہے۔۔۔۔ خلاصہ یہ کہ افغانستان میں روس کے سامنے دو ہی راستے ہیں، شریفانہ و رضاکارانہ واپسی یا افغانی سرزمین میں دفن ہونا۔ باعزت واپسی اور اسلام کے ساتھ پُرامن طریقے سے رہنے کا ایماندارانہ فیصلہ ہی وہ تحفہ ہے جسے موجودہ بوڑھی روسی قیادت کو ایک تاریخی تحفے کے طور پر عالمی منظر سے غائب ہونے سے پہلے اپنے ورثہ کو لازمی طور پر دینا ہے۔ افغانی مسئلے میں زبردستی کی نظیر ہے نہ دنیا کی جگہ یہ الجیریا کا نمونہ ہے مگر سوال یہ ہے کہ کیا کریملن میں کوئی ڈیگال بھی موجود ہے ؟" (اسپکٹ انٹرنیشنل، لندن ص ۶، ۱۰-۲۳ جولائی ۱۹۸۱ء)

عالمی ضمیر روس کی جارحیت پر روز بروز متاثر ہو رہا ہے جس کا اندازہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں روسی مداخلت کے متعلق رائے شماری سے ہوتا ہے۔ ۱۴ جنوری ۱۹۸۰ء کو روس کی مخالفت میں ۱۰۴ ممالک ۲۰ر نومبر ۱۹۸۰ء کو ۱۱۱ ممالک اور پھر ۱۸ر نومبر ۱۹۸۱ء کو ۱۱۶ ممالک نے ووٹ دئے۔
(ریڈینس ۳/۱/ ۸۲ء)

مگر روس اشتراکی دھاندلی ہٹ دھرمی اور بے شرمی کے ذریعہ اپنی جارحیت پر اصرار کیے جا رہا اور بندر گھڑکیاں دئے جا رہا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طاقت کی زبان کے سوا عالمی پیمانے پر بھی کسی شریفانہ انسانی احتجاج کے سننے کے لئے آمادہ نہیں اور باتوں سے بھوت بھاگنے والا نہیں چنانچہ وہ امن و مفاہمت کی متعدد تجاویز کو رد کر چکا ہے اور دنیا سے افغانستان میں اپنی قائم کردہ (ببرک کارمل حکومت) کو تسلیم کرنے کی رٹ لگائے ہوئے ہے۔ روس کے ناپاک و ناجائز عزائم کا اندازہ بگرام میں ایک اونچے افغان فوجی کی گفتگو سے ہو سکتا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ "انہیں توقع ہے کہ ان کی فوج مستقبل میں بیرون ملک کارروائی کرنے کے لائق ہو جائے گی۔ افغان کے قائم مقام وزیر دفاع جنرل عبدالقادر نے کابل میں یوگوسلاویہ کی خبر رساں ایجنسی تنجگ کے ایک نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ کیوبا اور ویت نام کی فوجوں کی طرح افغان فوج کو بھی مستقبل میں اہم رول ادا کرنا ہوگا، صدر ببرک کارمل کو بھی یہ کہتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ افغان فوج نہ صرف افغانستان میں بلکہ اس پورے خطے میں امن و سلامتی کا تحفظ کرنے کے لائق ہو جائے گی۔"
(قومی آواز ۲۹/۱/ ۸۲ء)

مجاہدین کے ایمان و عزیمت کی کیفیات اور پیش قدمیاں دیکھتے ہوئے اور حق و صداقت کے خدائی وعدہ پر امید رکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ انشاء اللہ افغان مجاہدین اپنے نیک اور مبارک مقاصد میں ضرور کامیاب ہوں گے اور اہلِ ایمان تو کبھی ناکام ہوتے بھی نہیں کیونکہ اُن کا نعرہ، "جیتیں تو غازی مریں تو شہید" ہوتا ہے ؎

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا
(اقبالؒ)

بقیہ اداریہ: ص ۳

علمی، سیاسی قیادت و رہنمائی کی ذمہ داری یہ بغیر کسی مزد وصلہ ان اجری الا علی اللہ کو سامنے رکھتے ہوئے انجام دی ہے اگر خدانخواستہ عام مسلمانوں کا اعتماد جو علماء پر اب تک رہا ہے وہ مجروح یا متزلزل ہوتا ہے تو یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کا بہت منحوس وقت ہوگا کیونکہ ساری کمزوریوں کے باوجود ابھی تک مسلمانوں میں کوئی ایسی جماعت تیار نہیں ہوئی ہے جو علماء کی متبادل ہو، اور نہ مستقبل میں اس کی کوئی توقع ہے۔ میرے نزدیک یہ عہد علماء کے لئے خاص طور پر اس لئے اہم ہے کہ اگر ان کے عمومی طرز عمل سے عامۃ المسلمین ان سے مایوس ہوں گے تو دینی رہنمائی کا فریضہ اور خدمت جیسا اہم مقصد صحیح طور پر انجام نہیں پا سکے گا۔

حدیث کی عملی قیمت و افادیت کیا ہے ؟
حدیث ایک مسلمان کی عملی زندگی کے لئے کیوں ضروری ہے ؟
حدیث کے نہ ہونے یا اس سے صرفِ نظر کر لینے سے ہماری اجتماعی زندگی اور مسلم معاشرہ میں کیا خلا واقع ہوتا اور کیا نقص لازم آتا ہے ؟
مذکورہ بالا سوالات کے جوابات کے لئے مجلسِ تحقیقات کی تازہ پیش کش :-
اسلامی مزاج وماحول کی تشکیل وحفاظت میں
حدیث کا بنیادی کردار
از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ملاحظہ فرمائیے
اردو ایڈیشن تین روپے Rs.3/-، عربی ایڈیشن Rs.4/-، انگریزی ایڈیشن (زیر طبع)
دیدہ زیب کتابت وطباعت
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹
لکھنؤ (یوپی)

ضروری اعلان!

۱۔ تعمیر حیات نہ ملنے کی شکایت اپنے حلقے کے پوسٹ مین اور پوسٹ ماسٹر صاحب سے کیجئے نیز پوسٹ مین (Post man) کو ہدایت فرمائیے کہ آپ کی ڈاک صرف آپ ہی کو دے۔
۲۔ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع دفتر کو پندرہ دنوں کے اندر کریں تاکہ دوبارہ پرچہ (اگر موجود رہا) ارسال کیا جاسکے۔
۳۔ براہ کرم! خط وکتابت کے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے ورنہ کسی بھی شکایتی خط کا جواب تاخیر سے جانے پر ادارہ ذمہ دار نہیں ہوگا۔
۴۔ جواب طلب امور کے لئے ڈاک ٹکٹ یا لفافہ بھیجئے۔
۵۔ منی آرڈر ارسال کرتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ خوشخط اردو اور انگریزی میں تحریر فرمائیں اگر خریدار پہلے سے ہوں تو اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دے دیں کافی ہوگا۔
۶۔ جن ایجنٹ حضرات کے ذمے تعمیر حیات کی کافی رقم ہوگئی ہے وہ جلد از جلد بلوں کی ادائیگی فرماویں۔ ورنہ آئندہ ہم وی۔پی سے پرچے بھیجنے پر مجبور ہوں گے۔
(منیجر)

فقہ کا صفحہ

(۳) (ادارہ)

مسائل، جن کا جاننا ضروری ہے

سوال: کسی شخص کے بدن یا کپڑے پر چھپکلی گر جائے تو اس کا دھونا ضروری ہوگا یا نہیں ؟

جواب: بدن یا کپڑے پر چھپکلی گرنے سے بدن یا کپڑا ناپاک نہیں ہوگا اور اس کا دھونا ضروری نہیں ہوگا۔

سوال: مغرب کی نماز کا وقت کب تک رہتا ہے ؟

جواب: آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفق کے غروب ہونے تک اس کا وقت رہتا ہے، اس طرح غروب آفتاب کے بعد تقریباً سوا گھنٹے تک مغرب کا وقت رہتا ہے، لیکن غروب آفتاب کے بعد فوراً مغرب کی نماز پڑھنا مسنون ہے، بلا کسی شدید عذر کے تاخیر سے مغرب کی نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی بنا پر فوراً مغرب کی نماز نہ پڑھ سکا، کچھ وقت نکل گیا تو یہ سمجھ کر کہ مغرب کا وقت نکل گیا نماز قضا کرنا درست نہیں ہے بلکہ شفق غروب ہونے سے پہلے پہلے مغرب کی نماز پڑھ لینی چاہئے نماز ادا ہو جائے گی۔

سوال: بدعت کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کا کوئی ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

بدعت بہت بُری چیز ہے اور اس کا کرنا سخت گناہ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے، اور جو شخص بدعت نکالے اسے دین کا ڈھانے والا بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے، اس زمانے میں لوگوں نے ہزاروں بدعتیں نکالی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں، پختہ قبریں بنوانا، قبروں پر گنبد بنوانا، دھوم دھام سے عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، قبروں پر چادریں چڑھانا، میت کے مکان پر کھانے کے لئے جمع ہونا، شادی میں سہرا باندھنا اور ہر جائز اور مستحب کام میں ایسی شرطیں اپنی طرف سے لگانا جن کا شریعت سے ثبوت نہ ہو بدعت ہے، ان سارے کاموں سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔ ایسے کاموں سے ثواب کی بجائے الٹا گناہ ہوگا۔

سوال: توبہ کسے کہتے ہیں ؟

جواب: توبہ یہ ہے کہ گناہ کرنے والا اپنے گناہ پر دل سے شرمندہ اور پشیمان ہو اور خدا کے سامنے رو کر گڑگڑا کر توبہ کرے کہ اے اللہ میرے گناہ معاف کر دے ساتھ ہی دل میں یہ عہد کرے کہ اب کبھی گناہ نہیں کروں گا۔ اگر کوئی شخص دل سے پشیمان نہ ہو اور گناہ چھوڑنے کا دل سے عہد نہ کرے صرف زبان سے توبہ کہہ لے تو اس توبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا اور اس کا گناہ معاف نہ ہوگا۔

سوال: کیا توبہ کر لینے سے ہر قسم کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں ؟

جواب: جو گناہ ایسے ہیں کہ کسی بندے کا ان میں تعلق نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ نافرمانی کرنے کی وجہ سے سزا دے ایسے تمام گناہ سچی توبہ کرنے سے معاف ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ کفر اور شرک کا گناہ بھی سچی توبہ کرنے سے معاف ہو جاتا ہے، لیکن جو گناہ ایسے ہیں کہ ان میں کسی بندے کا تعلق ہے، مثلاً کسی پر تہمت لگائی، یا ظلم کیا، کسی کا حق غصب کر لیا، یتیم کا مال کھا لیا، کسی کی زمین غصب کر لی، ایسے گناہوں کو حقوق العباد کہتے ہیں، ایسے گناہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے، بلکہ ان کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کر دیا جائے، یا اس سے معاف کرایا جائے اور اس کے بعد خدا کے حضور میں توبہ کی جائے تو معافی کی امید کی جا سکتی ہے۔

سوال: توبہ کس وقت تک قبول ہوتی ہے ؟

جواب: جب انسان مرنے لگے حلق میں دم آجائے۔ عذاب کے فرشتے اس کے سامنے آجائیں اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس حالت سے پہلے پہلے ہر وقت توبہ قبول ہوگی لیکن اگر کوئی شخص اس خیال سے توبہ نہ کرے کہ ابھی تو بہت وقت باقی ہے، مرنے سے پہلے توبہ کر لیں گے تو یہ بجائے خود جرأت اور گناہ کی بات ہے، کیا پتہ کہ اسے کب موت آجائے اور توبہ کی مہلت ملے یا نہ ملے ؟ اس لئے توبہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے، بشری تقاضے سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پہلی فرصت میں توبہ کر لینی چاہئے آئندہ پر اسے ملتوی نہ کرنا چاہئے۔

سوال: ریل پر سفر کے درمیان اگر نماز کا وقت ہو جائے تو کیا کرے ؟

جواب: سفر ہو یا حضر نماز کسی حال میں معاف نہیں ہے، اگر ٹرین پر سفر کے دوران نماز کا وقت ہو جائے اور وقت نکلنے سے پہلے منزل مقصود پر پہنچنے کا امکان ہو تو نماز کو مؤخر کر دے اور ٹرین سے اترنے کے بعد نماز پڑھے اسی طرح اگر وقت نکلنے سے پہلے منزل مقصود تک پہنچنے کا امکان تو نہ ہو لیکن کوئی بڑا اسٹیشن آنے والا ہو جہاں دیر تک گاڑی ٹھہرتی ہو جس میں اتر کر نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو نماز مؤخر کر دے اور اسٹیشن پر اتر کر نماز ادا کرے۔ اگر یہ دونوں صورتیں ممکن نہ ہوں تو چلتی ٹرین ہی پر نماز پڑھ لے، چلتی ٹرین پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہئے لیکن اگر کسی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا دشوار ہو مثلاً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر گھومتا ہو یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے، نماز پڑھنے سے پہلے قبلہ کی طرف سے رُخ ہٹ جائے تو اگر ممکن ہو تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو جدھر رُخ ہے اسی طرف نماز پڑھے اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگر وضو نہ ہو تو بیت الخلاء میں جو نل لگا ہوتا ہے اس سے پانی لے کر وضو کرے، اس کا پانی پاک ہوتا ہے، یا کسی قریبی اسٹیشن سے پانی لے لے۔ تقریباً ہر اسٹیشن پر پانی کا انتظام ہوتا ہے، اگر کسی نے بیت الخلاء میں لگے ہوئے نل کے پانی کو ناپاک سمجھ کر تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

سوال: اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو اسے کہاں کھڑا ہونا چاہئے، امام کے ساتھ یا اس کے پیچھے ؟

جواب: اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب، امام کے برابر یا کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہئے اگر بائیں جانب یا امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے، اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی ہو تو اس کو چاہئے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

سوال: اگر ایک سے زائد مقتدی ہوں تو ان کو کہاں کھڑا ہونا چاہئے ؟

جواب: اگر ایک سے زائد مقتدی ہوں تو ان کو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر مقتدیوں کی تعداد دو ہو اور وہ امام کے دائیں اور بائیں جانب کھڑے ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

سوال: مسجد کے اندر صفیں کس طرح قائم کی جائیں، امام کے پیچھے سے یا داہنی جانب سے ؟

جواب: مسجد کے اندر یا مسجد کے باہر صفیں قائم کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی امام کے بالکل پیچھے کھڑا ہو اس کے بعد ایک آدمی اس کے دائیں اور ایک آدمی اس کے بائیں جانب کھڑا ہوتا چلا جائے یہاں تک کہ پہلی صف مکمل ہو جائے۔ پہلی صف پوری ہونے کے بعد دوسری صف بھی اسی ترتیب سے یعنی امام کے پیچھے سے شروع کی جائے، پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اسی طرح اگر داہنی جانب لوگ زیادہ ہوں اور بائیں جانب کم ہوں تو مکروہ ہے ہاں اگر ایک دو آدمی کا فرق ہو تو کراہت نہ ہوگی، بعض لوگ ناواقفیت کی بنا پر بالکل داہنی جانب سے صفیں شروع کرتے ہیں جب کہ امام کے پیچھے جگہ خالی ہوتی ہے

انسانی وجود کا مسئلہ ــــ اور اس کا حل

جناب محمود ایم۔ شیخ۔ بی۔ ایس سی۔ ایم۔ ایڈ۔ صدر مدرس شولاپور سوشل ایسوسی ایشن اردو ہائی اسکول، شولاپور

اس تحریر کا باعث یوں ہوا کہ کچھ دنوں قبل ڈاکٹر عصمت جاوید کی نئی تصنیف "وجدان" زیر مطالعہ آئی۔ اس کتاب کو مہاراشٹر اسٹیٹ اردو اکادمی کی جانب سے دوسرے نمبر کا انعام بھی ملا ہے۔ یہ کتاب عصمت صاحب کے چند مضامین کا مجموعہ ہے ان میں ایک مضمون بعنوان "انسانی وجود کا مسئلہ" بھی ہے۔ اس مضمون کے داخلی تضاد اور اس میں انسان کی روح، اس کے مذہب، اس کی اجتماعی اور سماجی کشمکش کے بارے میں مصنف کے اشارات اور خیالات پڑھنے پر بڑی ہی مایوسی ہوتی ہے۔

آیئے ہم دیکھیں کہ انھوں نے انسانی وجود کو سمجھنے میں کون سا طرزِ فکر اپنایا ہے، وہ کہتے ہیں:۔

"وجود کی فنا پذیری اور موت کی ناگزیر اور ناقابل انکار حقیقت کے شعور نے انسان کو ہمیشہ اس کی بے بسی کا احساس دلایا ــ لیکن بہرحال انسان کو اس دنیا میں جینا ہے اس لئے حفظ جان کی جبلت نے اس احساس کمی کی تلافی پیدا کرنے کا راستہ تلاش کر ہی لیا۔ درماندگی شوق کی اس پناہ تراشی میں تلافی کا اصول کارفرما تھا جس نے بے بس انسان کو خیالی بیساکھیاں دیکر اسے دوڑنے پر آمادہ کیا۔ ابتدائی زمانے میں جب انسان اپنے کسی متوفی، عزیز یا دشمن کو خواب میں پہلی بار دیکھا تو اس کے حیرت زدہ ذہن میں انسانی روح کی ابدیت کا تصور پیدا ہوا، اور موضوعی حقیقت کو معروضی حقیقت سمجھ بیٹھنے کا یہ نفسیاتی مغالطہ اور نقطۂ آغاز ہے جہاں سے انسان نے مجاز کو حقیقت سمجھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ اپنے افکار کی دنیا میں ایسا اُلجھا کہ اُس نے مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو مجاز سمجھنے کی اُلٹی منطق اختیار کی۔ . . . .

غرض انسانی فکر نے ماورائیت میں پناہ تلاش کر کے غیر اطمینان بخش صورت حال سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ مذہب نے روح کی ابدیت یا اس کے سفر کے مرحلے پر ایک ایسی دُنیا تعمیر کی جس میں نہ صرف موت سے چھٹکارا حاصل کر لیا گیا، بلکہ جہاں یا تو نیکوں کو نیکی کا صلہ ملنے کی امید دلائی گئی اور بدوں میں انھیں مستقل عذاب میں مبتلا رکھنے کا خوف پیدا کیا گیا۔"

آگے چل کر وہ اس بات کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ:۔

"اشرف المخلوقات ہونے کے احساس برتری نے اس کی تہذیبی ترقی کی رفتار کو تیز سے تیز تر کر دی اور ہر مادی ترقی روحانی ترقی کا ذریعہ بننے لگی۔" اور پھر اس نظریے کو یہ کہہ کر رد بھی کرتے ہیں کہ ــــ "لیکن عقل و شعور کی قیادت میں انسان کی بے پناہ مادی ترقیوں نے اسے حقیقت کی اوپری سطح چیرنے والی نظر بھی دی۔ حقائق کے باہمی رشتوں کی تلاش و توجیہ میں علت و معلول کا منطقی سلسلہ اسے ایک ایسی منزل میں لے گیا جہاں ابدیت کا قلعہ پاش پاش ہو کر رہ گیا۔ . . . . . اور یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ خلاصۂ کائنات نہیں اور نہ قدرت نے اسے ایک عظیم مقصد دے کر بھیجا ہے۔ زندگی نام ہے صرف عناصر میں ظہور ترتیب کا اور تعمیر میں خرابی کی صورت ہونے کے باعث یہ اجزا پریشان ہو جاتے ہیں اور اس عمل کو موت کا نام دیا جاتا ہے . . . .

وہ جذباتی سہارے جو اسے ایک پُر اسرار مابعد الطبیعاتی ماحول میں لے جایا کرتے تھے ایک ایک کر کے ٹوٹنے لگے اور وہ اخلاقی قدریں جو نروان کے آدرش یا جنت کی ترغیب اور دوزخ کے خوف پر قائم تھیں بکھرنے لگیں . . . .

آج کا باشعور انسان ایسی خلاؤں کے درمیان کھڑا ہے جہاں ایک طرف اس کی خواہشات اسے زندہ اور پائندہ دیکھنا چاہتی ہیں تو دوسری طرف حقائق چیخ چیخ کر اسے احساس دلا رہے ہیں کہ تو فانی ہے . . . . . .

تیری زندگی بے مقصد ہے اور بے معنی۔ زندگی کی لغویت، بے معنویت اور تنہائی کا یہ احساس وہ لازمی بُرائی ہے جس سے پیچھا چھڑانے میں انسان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہی وہ منزلِ آخر ہے جہاں اس کا کاروانِ فکر و احساس آکر رُک جاتا ہے۔"

اس کے بعد جناب عصمت صاحب سماجی غیر آہنگی اور اس کے حل کی طرف رُخ کرتے ہیں مگر یہاں بھی ان کاوشوں کا ثمرہ جلوۂ سراب سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"انسانی کرب میں اضافہ کرنے کے لئے وجودی غیر آہنگی کا احساس کچھ کم نہ تھا لیکن انسان کی مصیبتوں میں اضافہ ایک اور تضاد سے ہوتا ہے جسے سماجی غیر آہنگی کہا جاتا ہے۔" وہ کہتے ہیں کہ وجودی غیر آہنگی کا انسان کے پاس کوئی حل نہیں مگر سماجی غیر آہنگی اپنے اندر حل کا امکان رکھتی ہے۔"

مگر پھر اس کی تردید بھی کرتے ہیں:۔

"سماجی غیر آہنگی دور کرنے کے سلسلے میں آج کے سیاق و سباق میں 'ہم' انسانی زندگی کے وہ مطالبات ہیں جو آج بھی سنگِ گراں کی طرح حائل ہیں اور جن سے کئی سماجی فلسفے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئے۔"

وہ یہ بھی کہتے ہیں ــ "امن" "مساوات، عالمگیر برادری، انسانیت، انصاف اور اس طرح کی کئی خوبصورت اصطلاحوں کے استعمال سے کم سے کم اتنا تو ثابت ہے کہ آج کا مہذب انسان مابعد الطبیعات کا سہارا لئے بغیر سماجی غیر آہنگی دور کرنے کی ضرورت کو نظریاتی طور پر تسلیم کر چکا ہے۔"

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مذہب کے نام پر افراد پر ظلم کیا گیا اور مذہب سے سماجی غیر آہنگی کے جواز میں فتویٰ حاصل کیا گیا۔ فرد اور جماعت کے درمیان توازن قائم رکھنے کی کوشش کی گئی مگر اس میں نقصان ہمیشہ فرد کا ہی ہوا۔ چھری خربوزے پر گرے یا خربوزہ چھری پر، کٹنا خربوزے کا ہی مقدر ہے۔"

اس طرح ڈاکٹر صاحب انسانی وجود میں دو قسم کی غیر آہنگی دیکھتے ہیں۔ ایک وجودی غیر آہنگی اور دوسرے سماجی غیر آہنگی ــ انسان اپنی تمام تاریخ میں ان دو قسموں کی غیر آہنگیوں کی تلافی کرنے کے لئے ان کا حل تلاش کرتا رہا۔ مگر اپنی اس کوشش میں وہ آج تک ناکام رہا۔ چنانچہ وہ اپنے مضمون کے آخر میں اس نتیجے پر پہنچتے ہیں:۔

"لیکن انسانی وجود کا مسئلہ اتنا آسان نہیں۔ سماجی غیر آہنگی اور وجودی غیر آہنگی دونوں نے مل کر انسانی وجود کو اندر سے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ وہ اپنے ماضی سے شرمندہ، حال سے غیر مطمئن اور مستقبل سے مایوس ہے" پھر فوراً ہی دوسرے پیراگراف میں اس طرح ایک حل تجویز کرتے ہیں:۔

"لیکن ہم ذاتی طور پر انسان کے مستقبل سے مایوس نہیں اور ہمارے مایوس نہ ہونے کا سبب سطحی یا مذہبی رجائیت نہیں بلکہ اس اجتماعی لاشعور پر ایمان ہے جو اس کو صورت حال کی صحیح قدر شناسی پر ایک نہ ایک دن مطلق انسانی کے درمیان کوئی نہ کوئی راہ نکالنی ہو گی اور اپنی وجودی غیر آہنگی کے ساتھ مفاہمت کرنی ہو گی۔ اگر وہ تیزی سے بدلتی اور سمٹتی ہوئی اس دنیا کے ساتھ توافق نہ پیدا کر سکا تو اس کے دور دراز مستقبل کا وجود خطرے میں ہے۔"

یہ ہیں ڈاکٹر صاحب کے خیالات۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ "کوئی نہ کوئی راہ" جس کا انھوں نے ذکر کیا ہے کون سی راہ ہے جس کو ڈھونڈ نکالے بغیر انسان کا وجود خطرے میں ہے! روح اور مذہب سے تو بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب بے حقیقت، خیالی بیساکھیاں اور مسکرات تھے۔ صرف کوئی نہ کوئی راہ کہنے سے مسئلہ کا حل تو نہیں نکل سکتا۔ ان تمام خیالات کو پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک راہ گم کردہ مسافر منزل کی تلاش میں حیران اور سرگرداں ہے اور جلوۂ سراب کو دریائے آب سمجھ رہا ہے۔

ترسم کہ بہ کعبہ نہ رسی اے اعرابی
ایں راہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

یہ نتیجہ ہے اُن مغربی فلاسفہ اور ادبا کی تقلید کا جنھوں نے تسخیر کائنات میں سائنس کی ابتدائی کامیابیوں سے مرعوب ہو کر جماداتی، حیواناتی، انسانی ہر مسئلہ کا حل سائنس کے ذریعے تلاش کرنا چاہا اور ہر چیز کو علت و معلول کے سلسلے میں جوڑنے کی کوشش کی گئی اور حیات کو عناصر کے جو ہر دم واقع ہونے والا حادثہ تصور کیا گیا۔ مگر خود سائنس کے تیز گام سفر میں نظریۂ علت و معلول کی لنگ پائی نمایاں ہو کر ایک زمانہ گزر گیا ہے اور اس نظریے کی وجہ سے روح کی ابدیت کا قلعہ کس طرح پاش پاش ہو سکتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے دعویٰ کیا ہے۔ نظریۂ علت و معلول تو گیا خود سائنس کا کوئی بھی نظریہ آج تک حیات کے راز تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ روح کی بات تو اور بہت آگے کی بات ہے جیسا کہ مشہور ماہر فلکیات Sir Arthur Eddington اپنی کتاب The nature of the physical world. (طبعی عالم کی ماہیت) میں کہتا ہے:

"ایک زمانہ تھا کہ تمام انفس و آفاق کا اتصال جس سے احساس و ادراک ترتیب پاتے ہیں ایسے علم طبیعیات کے تسلط کے تحت لایا جا رہا تھا جو پہلے اب کی بہ نسبت بہت زیادہ آہنی حدود والا تھا۔ اب وہ خود پسند اور مغرور علم طبیعیات سے اجازت لینی پڑتی تھی۔"

غلط کہا ہے چکبست نے ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

حیات عناصر میں ترتیب کے ظہور کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ حیات علت ہے عناصر میں ترتیب کی۔ علم جدید اب ہمیں اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ ہم اپنے گزشتہ تصورات سے کہ کائنات کے مقصد کا تعلق حیات سے نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے دامن جھٹک دیں۔ اب یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ ابتدائی خمیر کے وہ جامد جواہرات جنھوں نے حیات کی صفتیں ظاہر کرنا شروع کیں وہ اپنے آپ کو کائنات کے اس مقصدِ حیات کے مطابق ڈھال رہے ہیں۔

آج سائنس بقولِ ایاز قدر خود بشناس 'کائنات کا آخری حل رکھنے کا دعویٰ کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔ آج سائنس کائنات کی طرف دیکھنے کے ایک زاویۂ نگاہ سے زیادہ کوئی اور حقیقت نہیں رکھتی ــــ ایک کھلونا ہوتا ہے جس کو "کیلی ڈوسکوپ" کہتے ہیں اس میں تین کانچ کی پٹیاں ہوتی ہیں اور ان میں چند رنگین کانچ کے ٹکڑے ڈال کر انھیں الگ الگ زاویے پر دیکھنے سے اندر مختلف قسم کی خوبصورت شکلیں نظر آتی ہیں۔ جونہی زاویہ بدلا جاتا ہے ایک دوسری شکل دکھائی دیتی ہے۔ اس طرح سائنس نے کائنات کو علت و معلول کا نظریہ، میکانکی نظریہ، ریاضی کے فارمولے کا نظریہ، کوانٹم تھیوری، نظریۂ اضافیت، غرض مختلف زاویۂ نگاہ سے دیکھا اور ہر زاویے سے کائنات اپنا الگ جلوۂ صد رنگ دکھاتی رہی ہے۔ سائنس اپنی پرواز میں جوں جوں اونچی اُڑتی چلتی ہے، نئے نئے آفاق اس کے اسیرِ کمند ہوتے جاتے ہیں۔ مگر یہ آفاق کہیں ختم ہونے نہیں پاتے۔ ابعاد ــــ (Dimentions) کا ہی معاملہ لیجئے۔ ہم لمبائی کا تصور کر سکتے ہیں جب لمبائی کے ساتھ چوڑائی ضم کی جاتی ہے تو رقبہ بنتا ہے۔ رقبے میں اونچائی ملائی جاتی ہے تو 'مکان' (SPACE) بنتا ہے۔ مکان میں ہونے والی حرکت کے تجربے میں کچھ سوالات حل طلب رہے تو آئن سٹائن نے 'زمان' کے ساتھ 'مکان' کا ابعاد ضم کیا۔ زمان و مکان کا یہ متحدہ تصور بہت سارے سوالات کے جواب مہیا کر سکا۔ ہم مکان میں آگے یا پیچھے جا سکتے ہیں مگر زمان میں پیچھے نہیں لوٹ سکتے۔ ہمارے سامنے مکان کا تصور الگ اور زمان کا تصور الگ ہے۔ مگر آئن سٹائن کے نظریہ اضافیت نے یہ ظاہر کیا کہ فطرت کائنات کے نزدیک یہ سارے اعتبارات کوئی معنی نہیں رکھتے۔ آئن سٹائن کے نظریۂ اضافیت کے اعلان کے چار سال بعد منکوسکی نامی سائنسداں نے نظریۂ اضافیت کی تشریح کرتے ہوئے یہ کہا کہ زمان اور مکان کی علیحدگی کا تصور ایک سائے کی مانند اب غائب ہو چکا ہے اور ان دونوں کا اتحاد ہی اب کچھ حقیقت رکھتا ہے۔ اسی طرح اب سائنس میں ایتھر نامی ایک فرضی شے کا تصور بھی اپنی حقیقت کھو بیٹھا ہے جو اب سے پہلے سائنس کے بہت سے تجربات کی تصدیق کے لئے ایک بنیادی مقام رکھتا تھا۔ اسی طرح کشش ثقل کی قوتیں بھی نظریۂ اضافیت میں غائب ہو جاتی ہیں اور صرف ایک نیا تصور باقی رہتا ہے۔ اور وہ بھی فرضی مگر تجرباتی طور پر مفید اس کو اکسی ٹیوم کہتے ہیں۔ غرض سائنس جوں جوں اپنا سفر طے کر رہی ہے ہمارے پرانے اعتبارات غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ کائنات کی حقیقت کے اعتبارات کچھ اور ہی ہیں آگے آئے گا۔ اس طرح آئن سٹائن نے سائنس کی دنیا میں ایک تہلکہ مچا دیا۔ مگر اب ایسی بھی خبریں ہیں کہ نظریۂ اضافت کا زمان و مکان کے اتحاد والا تصور بھی حرف آخر نہیں ہے۔ سائنس کے تجربات میں اب نیا تصور امکانیت (Theory of Probability) کافی مقبول ہے۔ اس نظریے کے تحت کسی ایک علت کی وجہ سے کوئی ایک مخصوص معلول واقع ہونے کے یقین کی بجائے اس کے امکان پر غور کیا جاتا ہے اور سائنسی تجربات میں یہ طریقہ کافی مفید ثابت ہو رہا ہے۔ اس طرح اب سائنس میں بھی عالم امکان کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ گو انسان سائنس کے ان الگ الگ نظریوں سے کائنات کے چھپے ہوئے راز کو جزوی طور پر معلوم کرتے ہوئے اسی کے تناسب سے تسخیر کائنات میں کامیاب ہوا ہے۔ مگر کائنات کی یہ مکمل تفسیر نہیں ہے۔ کائنات کی حقیقت سائنس کی پہنچ سے ورا الورا ہے۔ کیونکہ کائنات کے بہت سے عوالم ہیں جن میں ایک عالم خلق ہے جس کا کچھ حصہ علت و معلول میں جکڑا ہوا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے، انا خلقنا السموٰت والارض فی ستۃ ایام۔ یہاں یوم سے مراد روزمرہ کے دن سے نہیں بلکہ مختلف حالتیں ہیں اور اس کی تخلیق میں چھ دنوں کی مدت عالم خلق کی علت و معلول کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا عالم بھی ہے جس کو عالم امر کہتے ہیں اور ہماری روح کا تعلق عالم امر سے ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے یسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ عالم خلق کے سلسلے اپنی انتہا میں عالم امر سے جا ملتے ہیں اور یہ روح عالم خلق کی طرح علت و معلول میں جکڑی ہوئی نہیں ہے یہاں تو بس کن کہ فیکون کا معاملہ ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول کن فیکون۔ اذا قضیٰ امرا فانما یقول لہٗ کن فیکون۔

روح کا معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ عصمت صاحب نے بیان کیا ہے کہ قدیم زمانے کے لوگوں نے اپنے مردہ عزیزوں کو خواب میں دیکھ کر روح اور اس کی ابدیت کا تصور قائم کر لیا اور اس روح کی ابدیت کے تصور سے مذہب کا تصور قائم ہوا (نعوذ باللہ من ذالک)۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں ایک حدیث کی تشریح میں کیا ہی معرفت کی بات کہتے ہیں "ان اللہ خلق آدم علی صورتہٖ۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے چون و بے چگون ہے۔ آدم علیہ السلام کی روح کو جو اس کا خلاصہ ہے بے چونی و بے چگونی کی صورت میں پیدا کیا پس جس طرح حق سبحانہ و تعالیٰ لامکانی ہے روح بھی لامکانی ہے اور روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالیٰ کو عالم کے ساتھ ہے۔ نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ منفصل ہے اور قیومیت سے زیادہ اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی اور بدن کے ذرات میں سے ہر ذرہ کا قیوم روح ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ عالم کا قیوم ہے بدن کے لئے حق تعالیٰ کی قیومیت روح کی قیومیت کے سبب سے ہے۔ جو فیض وارد ہوتا ہے اس فیض کے وارد ہونے کا محل پہلے روح ہے اور پھر روح کے ذریعے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے۔ چونکہ روح کو بے چونی اور بے چگونی کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے اس لئے حقیقی بے چون اور بے چگون کی اس میں گنجائش ہو گئی، لایسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی مومن۔ میں اپنی زمین اور آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں کیونکہ آسمان اور زمین باوجود وسعت و فراخی کے چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہیں اور چونی اور چگونی سے داغدار ہیں اس لئے لامکانی کی جو چندی اور چونی سے مقدس اور پاک ہے گنجائش نہیں رکھتے

(باقی آئندہ)

عربی سے ترجمہ، شمس الحق ندوی

علماء کا مقام

شیخ محمد بن احمد بن حسن خزرجی (اندلسی)

لائق حمد وثنا ہے وہ ذات جس نے ہم کو دین اسلام کی دولت نصیب فرمایا اور اس دین کے علم کو صالحین کا طریقہ قرار دیا، اور اس پر عمل کو متقین و مقربین بارگاہ کا شعار بتایا، مسلمانوں میں جس نے علم دین حاصل کیا اس نے عظیم دولت حاصل کر لی۔ علم دین خزینۂ خداوندی کی وہ شئی گرانمایہ ہے جس کو وہ مستحقین و خوش نصیبوں ہی کو عطا کرتا ہے۔ ع

ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کا علم و فہم عطا فرماتا ہے۔

دین کے احکامات و واجبات پر عمل دین کے علم کے بغیر ممکن نہیں علم ہی عمل کی اساس و بنیاد ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے علم اور علماء پر نظر خاص فرمائی، ان کا مقام سب سے اونچا بنایا اور سارے کمالات کو انھیں میں منحصر فرمادیا ہے، اپنی ساری مخلوق کو ان سے محبت کا حکم دیا، حتیٰ کہ آیات قرآنی میں اس مقدس گروہ کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے، ایمان کے سیاق میں فرماتا ہے،

"وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِہٖ" (آل عمران - ۷)

(اور جو لوگ علم میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے)

خوف و خشیت کے موقعہ پر فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا" (فاطر - ۲۸)

(تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں)۔

غور و فکر اور عبرت حاصل کرنے کے سیاق میں فرماتا ہے:

"وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ"۔

(العنکبوت - ۴۳)

(ہم یہ مثالیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں اور اسے تو اہل دانش ہی سمجھتے ہیں)۔

قابل شہادت و اعتماد ہونے کے موقع پر فرماتا ہے:

"شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ"۔

(آل عمران - ۱۸)

(خدا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ)۔

حق کو غالب کرنے اور باطل کو مٹانے کے موقع پر فرماتا ہے:

"وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ" (النساء ۸۳)

(اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچادیتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے)۔

قرب مقبولیت کے موقع پر فرماتا ہے:

"یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ"۔

(المجادلہ - ۱۱)

(جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے خدا ان کے درجے بلند کرے گا)۔

علم ہی کو علماء کی امتیازی شان بتایا فرمایا:

"ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" (الزمر - ۹)

(کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں)۔

علماء کی عظمت شان کو بتانے کے لئے یہ چند اشارے دیے گئے ہیں۔ علم ہی وہ مبدأ ہے جہاں سے شرف سعادت کی شاعیں پھوٹتی ہیں وہی دین کے نقوش کو اجاگر کرنے کا نقطۂ آغاز ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ" (محمد - ۱۹)

(پس جان رکھو کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی)

علم مقدمہ ہے جس کا موضوع عبادت ہے، اور نتیجہ اللہ کی طرف رجوع و انابت ہے۔

دین کا علم قوموں کی زندگی کا ستون ہے اور علم ہی نعمتوں کے دوام و بقا کا ضامن ہے، اس لئے عبادت اگر صحیح طریقہ پر ہو تو وہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہے، اور اس سے عالم کو دنیا و آخرت دونوں جہاں میں خدا کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ شعائر دین پر عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان شعائر سے واقف بھی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ پاک ہے پاک ہی عمل کو پسند فرماتا ہے"۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ سونے چاندی کی کان کے مثل ہیں، ان میں جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے جب سیکھ جائیں گے۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ایک عالم ہزار عابدوں سے زیادہ شیطان پر بھاری ہوتا ہے۔

اوپر کے مندرجات بتاتے ہیں کہ علم دین کی طرف توجہ و اعتنا اور اس کا سیکھنا علمی فضا میں رہنا، اہل علم کی باتوں کو غور سے سننا اور ماننا اور ان سے استفادہ کرنا ضروری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم علماء کی اطاعت کرو اور ان کے حکموں پر چلو وہ دنیا کا چراغ اور قیامت کے دن کا نور ہیں یہ دنیا جس کے پیچھے انسان سرگرداں ہے اور اس پر کتوں کی طرح سے لڑ رہا ہے اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قیمت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا"۔ دنیا کی محبت انسان کو خدا فراموش بنا تی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

علم دین کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے اور اس کے حاملین انبیاء کرام کے وارث و نائب ہیں، جس شخص نے ان سے محبت و ربط اور تعلق رکھا وہ خوش نصیب و سعید ہے اور جس نے ان سے بعد و دوری اختیار کی وہ شقی و بدنصیب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے سب ملعون ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور ذکر سے تعلق رکھنے والی چیزوں اور طلباء و علماء کے۔ جب علم و علماء کا یہ مقام ہے تو طلب علم میں کوشاں رہنا چاہیے چاہے موقع نہ ہو تو پوچھ تاچھ اور سوال و استفسار ہی کے ذریعہ حصول علم کی فکر کرے، ایسا نہ ہو کہ دنیا کے مشاغل اس میں حارج ہوں اور انسان لاپرواہی کا شکار ہو، طلباء اور علماء کا تعلق ایسا روحانی تعلق ہے جو کسی حال میں ٹوٹتا نہیں۔

یہ ایسا سرمایہ ہے جو عطا و بخشش سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ اس کی معنویت کو تازگی حاصل ہوتی رہتی ہے، طالب علم، علم کو اس کے اصول سے جتنا منطبق کرتا جائے گا اور اس کے آداب کو اپنائے گا اتنا ہی اس کی قیمت بڑھتی جائے گی، عالم اس عظیم امانت کا حامل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر کوئی امانت نہیں، اللہ تعالیٰ اسکو اس امانت کا حامل اس کی اہلیت و استحقاق ہی کی وجہ سے بنایا ہے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بعد میں آنے والی نسلوں کے وہی لوگ اس علم کے حامل ہوں گے جو قابل اعتماد و دیانت دار ہوں گے"۔ وہ علم و عقیدہ کو غلو پسندوں کی تحریف اہل باطل کے غلط انتساب اور جاہلوں کی تاویل سے بچائیں گے علماء دین کے سوا کسی اور کو عالم کہنا زیب نہیں دیتا اس لئے کہ علم دین ان کی وہ شرعی صفت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور انھیں کو اس کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔

دوسروں کی صفت ان کے پیشوں کے اعتبار سے بیان کی ہے مثلاً انجینئر، کاشتکار، ماہر فن، چنانچہ فرمایا "فاسئل بہ خبیرًا" (اس کے بارے میں کسی واقف و

(بقیہ ۱۵ پر)

انسان کا مقصدِ حیات

محمد شاہد متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اللہ کا کتنا بڑا کرم و احسان ہے کہ ہم کو انسان بنایا، انسان بنانے کے بعد ایمان کی دولت سے نوازا۔

ہماری بقاء اور انتفاع کے لئے زمین میں انواع و اقسام کی چیزیں بکثرت پیدا فرمائی، میرالعقول آلات و سامان اور اسکے متعدد ذرائع بنائے، جس میں ہمارے لئے طرح طرح کے منافع ہیں۔ انسان خواہ کتنی ہی باتیں بنائے، اس کی ضمیر کی پکار یہ ہے کہ وہ ایک بامقصد اور ذمہ دارانہ زندگی گذارنے ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور عقل صحیح مقصد کے تحت زندگی بسر کرنے ہی کا تقاضا کرتی ہے۔ عقل نے قبول کیا کہ وہی ہمارا خالق و پروردگار ہے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہماری زیست و حیات ہے اور جیسی کائنات میں ہم رہتے ہیں اس کا مالک و مدبر وہی پاک ذات ہے۔ دل کو لگتی ہوئی بات یہ ہے کہ اس کی بندگی کے سوا ہمارے لئے اور کوئی دوسرا طریقہ باعث نجات نہیں ہو سکتا۔

اس لئے اس کے احکام ماننا اور ان کے نتائج کے نشیب و فراز سے اسکے بندوں کو روشناس کرانا اور ان کو قائم رکھنا یہی انسان کا مقصد حیات ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر آپ اپنی زندگی کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو مصروفیت وغیرہ کا عذر چھوڑ دیجئے اور اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے ایثار سے کام لیجئے۔ زندگی کے وہ لمحات جو آپ حقیقت کی جستجو میں صرف کریں گے آپ کو ایک ایسی دولت سے مالا مال کر دیں گے کہ جس کی قدر و قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا اسی میں انسان کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ اس دنیا میں خدا نے ہم کو اپنا خلیفہ بنایا ہے خلیفہ ہونے کی حیثیت سے صرف ہمارا فرض اتنا ہی نہیں ہے کہ اللہ کی بندگی کی جائے بلکہ ہم اس کی بھیجی ہوئی ہدایات کے مطابق "پیرا ہوں، اس سلسلہ میں انسان کی حقیقت، اور کائنات میں اسکی حیثیت ٹھیک ٹھیک بیان کر دی گئی ہے اور نوع انسانی کی تاریخ کا وہ باب پیش کیا گیا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ سوائے اس کی بندگی اور اطاعت کے کوئی دوسرا ذریعہ انسان کو میسر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون " میری بندگی تو ان کو اس لئے کرنی چاہیئے کہ میں ان کا خالق ہوں۔ دوسرے جب ان کو کسی نے پیدا نہیں کیا ہے تو ان کو کیا حق پہنچتا ہے کہ یہ دوسرے کی بندگی اور اطاعت کریں، اور اس کو اپنا معبود مانیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف جنوں اور انسانوں ہی کا خالق نہیں بلکہ سارے جہان اور اس کی ہر چیز کا خالق ہے، " ذالکم اللہ ربکم لا الہ الا ھو خالق کل شیئ فاعبدوہ وھو علی کل شیئ وکیل"۔ اب سچی بات یہ ہے کہ مخلوقات کا ذرہ ذرہ اللہ ہی کی بندگی کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وللہ یسجد من فی السموٰت والارض طوعًا وکرھًا وظلالھم بالغدو والآصال"۔

جن اور انسان اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش اور اطاعت و فرمانبرداری اور نیاز مندی کے لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں ان کا کام کسی اور کے سامنے جھکنا، کسی اور کے احکام بجا لانا، کسی اور سے ڈرنا اور وں کے بنائے ہوئے دین کی پیروی کرنا کسی اور کو اپنی قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھنا، اور کسی دوسری ہستی کے آگے دعا کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کے احکام کو ماننا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا انبیاء کرام اور صحابۂ کرام جیسی زندگی کا ایک سے بڑھ کر ایک نمونہ پیش کرنا ہی انسان کا اصل مقصدِ حیات ہے۔

اسٹاف سلیکشن کمیشن کلرک گریڈ امتحان ۱۹۸۲ء

مسلم اور پسماندہ طبقات کے میٹرک پاس نوجوان فوری متوجہ ہوں

بروز اتوار، مورخہ ۴ جولائی ۱۹۸۲ء کو اسٹاف سلیکشن کمیشن کے تحت کلرکوں کی تقریباً ۷،۰۰۰ آسامیوں کے لئے ان میٹرک پاس نوجوانوں کا امتحان ہوگا جن کی عمر یکم اگست ۱۹۸۲ء کو ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان ہوگی۔ اس تحریری امتحان میں دو پرچے انگریزی اور جنرل نالج کے ہوں گے۔ جن کو پاس کرنے والے امیدواروں کو ایک ٹائپ رائٹنگ ٹسٹ ہندی یا انگریزی میں پاس کرنا ہوگا یہ ٹسٹ ماہ نومبر / دسمبر میں ہوگا۔ پاس کرنے والے امیدواروں کا ۴۵۰-۲۵۰ کے تنخواہ اسکیل پر مندرجہ ذیل شعبوں میں تقرر کیا جائے گا۔

انڈین فارن سروسز، ریلوے بورڈ سکریٹریٹ کلریکل سروس، سنٹرل سیکریٹریٹ کلیریکل سروس، آرمڈ فارسس ہیڈ کوارٹرس کلیریکل سروس، الکشن کمیشن ڈیپارٹمنٹ آف پارلیامنٹری افیرس، آفس آف دی انسپکٹر جنرل آف انڈو ٹبٹن بارڈر پولیس، سنٹرل ویجلنس کمیشن، آفس آف دی کنٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف ڈیفنس اکاؤنٹس، دہلی ایڈمنسٹریشن، میونسپل کارپوریشن آف دہلی، دہلی الکٹرک سپلائی انڈرٹیکنگ۔

وہ تمام امیدوار جو مندرجہ بالا امتحان کے اہل ہوں، اپنی درخواستیں چھپے ہوئے فارموں پر جو کہ ہر بڑے ڈاک خانے سے ۷۰ پیسے کی ادائیگی پر حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ مبلغ ۱۲ روپے امتحان فیس کے ساتھ ۹ مارچ ۱۹۸۲ء تک متعلقہ مراکز میں بھیج دیں۔ مزید معلومات کے لئے ۲-۳ جنوری ۱۹۸۲ء کا ایمپلائمنٹ نیوز / روزگار سماچار دیکھیں یا مندرجہ ذیل پتے پر لکھیں:

Business & Employment Bureau
Hamdard Nursing Home Building
2/A-3 Asaf Ali Road, New Delhi - 110 002.

ایک اہم اعلان!

رجسٹر خریداری تبدیل کر دیا گیا ہے اور تقریباً اکثر خریداروں کے نمبر بدل گئے ہیں براہ کرم پتہ سلپ پر اپنا جدید خریداری نمبر نوٹ کر لیں اور خط و کتابت کے وقت یا منی آرڈر کوپن پر اس کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ (منیجر)